حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ دقائقِ اسلام

سرگودھا

جلد ۱۹ اپریل ۲۰۱۵ء شمارہ ۴

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ: ملک ممتاز حسین اعوان

مُدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک ممتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰

مقامِ اشاعت: جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ: الخطاط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون: 048-3021536

زرِتعاون 400 روپے

لائف ممبر 5000 روپے

اداریہ

اِنسانیت تباہی کے کنارے پر

پوری دنیا میں ایک نہایت خوفناک اور تباہ کن صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ اور گوشہ تباہی و بربادی سے محفوظ و مصئون نہیں۔ ہر طرف افراتفری، دہشت گردی کا دور دورہ ہے۔ انسان انسان کا قاتل اور دشمن ہو چکا ہے۔ اولادِ آدمؑ اپنے ہاتھوں سے اپنی تباہی و بربادی میں مصروف ہے۔ بم دھماکے، خودکش حملے اور وحشیانہ کارروائیاں اس قدر عام ہو چکی ہیں گویا یہ سب کچھ معمول کا حصہ بن چکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بدامنی اور تباہی کا اصل موجب کون ہے؟ اس کا جواب کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ اسلحہ سازی اور نت نئے مہلک ہتھیار بنانے والے ممالک اور دنیا پر اپنا لوہا منوانے کے زعم میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسلحہ فروخت کرنے کے چکر میں مختلف ممالک کا رخ کرتے ہیں۔ نیز خام مال کی تلاش اور اس پر قبضہ اور حکمرانی کے خواب دیکھنے والے ان سب خرابیوں کا اصل سبب ہیں۔

اسلامی ممالک میں کچھ مذہبی جنونی اور خودساختہ نظریات کو اسلام کا رنگ دینے والے خونِ مسلم سے ہولی کھیل رہے ہیں اور یہ سلسلہ ختم ہونے کی بجائے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اسلام کی تعلیمات سے غافل بلکہ ان سے جاہل افراد اسلام کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں۔ اسلام امن کا دین ہے، سلامتی کا آئین ہے، عدل کا دستور ہے، پوری انسانیت کا منشور ہے، انسانی حقوق کا علمبردار ہے، اتحاد و یک جہتی کا پاسدار ہے، اسلام فتنہ پروری اور دہشت گردی کی مذمت ہی نہیں کرتا بلکہ ان کی سرکوبی کا درس دیتا ہے۔ اسلام کسی کی شمعِ حیات گل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے: "لا اکراہ فی الدین" یعنی دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض مسلم ممالک کے سربراہان اور انتہاپسند تحاریک قتل و غارت گری کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ شرک و بدعت کی منڈیاں لگانے والے ان وحشی لوگوں کی تبلیغی سرگرمیاں امت اسلامیہ کو کئی گروہوں میں تقسیم کر چکی ہیں، اور مُسلمان اپنے مُسلمان بھائی کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے۔

پارہ چنار میں مذہب کے نام پر جو قتل و غارت گری ہوئی اس پر دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ بے گناہ مومنین کا قتل عام کیا گیا، بچے یتیم اور عورتیں بیوہ کی گئیں۔ آخر اس کا ذمہ دار کون ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک میں خونریزی کے سیلاب جاری و ساری ہیں۔ صوبائی اور وفاقی حکومت امن عامہ کے انتظامات کریں۔ کراچی میں امن عامہ کی تباہی اور بہت سی قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا، حزب اقتدار اور حزب اختلاف ملکی سلامتی کے لیے ذاتی مفاد اور اقتدار سے بلند ہو کر فساد و خون ریزی کے سیلاب کو روکیں، تاکہ مملکت خداداد پاکستان امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکے، اور پاکستان کا ہر باسی خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو سکھ کا سانس لے سکے۔

علماء اور مذہبی دانشور اور تمام سیاسی پارٹیاں مل بیٹھ کر امن کی راہ تلاش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک سے بدامنی اور قتل و غارت گری دُور نہ ہو۔ انسانیت کی تباہی کے ذمہ داروں کو فرعون، نمرود، اور دقیانوس کے انجام سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ نام نہاد سپر پاورز کو اسلحہ کی برتری سے حقوقِ انسانیت کی پامالی کی سزا مل کر رہے گی۔ اجتماعی اور انفرادی طور پر عادلانہ نظام کے لیے کوششیں تیز کرنی چاہئیں، تاکہ دنیا امن و سکون کا گہوارہ بنے اور بدامنی کا دور دورہ ختم ہو اور انسان انسان اور مُسلمان مُسلمان کا ہمدرد بن جائے۔

باب العقائد

شرک خفی کے دہ گانہ اقسام کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

گزشتہ شمارہ میں واضح کیا جا چکا ہے کہ شرک ایک ناقابل معافی جرم ہے اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① شرک جلی اور ② شرک خفی۔ اور ظاہر ہے کہ اہم شرک جلی ہے اور اس کی چار قسمیں ہیں جو گزشتہ شمارہ میں بیان کی جا چکی ہیں۔ مگر احتیاط فی الدین کا تقاضا یہ ہے کہ شرک خفی اور اس کی دہ گانہ اقسام سے بھی دامن توحید کو بچایا جائے۔ جو یہ ہیں:

① شرک توکلی: اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور میں ذات پروردگار پر توکل و اعتماد کریں۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

اہل ایمان کو چاہیے کہ صرف اللہ پر توکل و بھروسا کریں۔ لہذا غیر اللہ پر بھروسا کرنا شرک توکلی ہے۔ چنانچہ:

☆ ایک روایت میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کے ذمہ کوئی کام لگائے اور وہ یاد دہانی کی خاطر اپنے کپڑے کو گرہ دیدے تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ (تفسیر صافی)

☆ دوسری روایت میں مروی ہے کہ اگر کوئی آدمی کہیں جا رہا ہو اور دوسرا اسے کہے کہ فلاں کام کرتے آنا اور وہ یاد آوری کے لیے انگوٹھی تبدیل کرے (ایک انگلی سے اتار کر دوسری میں پہن لے) تو یہ بھی شرک کا مرتکب ہوا ہے۔ (عین الحیات)

یہ کیوں شرک ہے؟ محض اس لیے کہ اس آدمی نے یاد آوری کے لیے محض غیر اللہ (گرہ یا انگوٹھی کی تبدیلی) پر بھروسا کیا ہے، اور مسبب الاسباب پر بھروسا نہیں کیا۔ ورنہ شرک نہیں ہوگا۔

☆ ایک روایت میں معصومؑ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو گیا تھا، یہ شرک ہے۔ بلکہ اسے یوں کہنا چاہیے کہ اگر خداوند عالم فلاں آدمی کے ذریعہ سے مجھ پر احسان نہ کرتا تو میں برباد ہو جاتا۔ (تفسیر صافی)

② شرک امری: چونکہ حقیقی آمر و ناہی خدا تعالیٰ ہی ہے، اسی کا امر و نہی چلتا ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ...... اَلَا لَهُ الْحُكْمُ

انبیاء و اوصیاء بھی اسی کے اوامر و نواہی پر عمل کرنے کرانے اور انھیں نافذ کرانے کے لیے آتے ہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی اور کو اس مرتبہ میں اللہ کا شریک قرار دے تو وہ مشرک ہے۔ کیونکہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

③ شرک نفعی و ضرری: چونکہ نفع و نقصان پہنچانا

خدائے دوجہان کے قبضۂ قدرت میں ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ ؕ وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ بِخَیۡرٍ فَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (سورۃ الانعام:۱۷)

''اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دفع کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر و خوبی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ (سورۃ النمل: ۶۲)

لہٰذا اگر کوئی شخص کسی اور ہستی کو نفع و نقصان کا مالک جانتا ہے اور اس سے خائف و ہراساں ہوتا ہے تو وہ مشرک ہے۔

۴ شرک اطاعتی: چونکہ اصل بالذات اطاعت صرف خالق و مالک کی جائز ہے، یا ان ہستیوں کی جن کی اطاعت کا وہ حکم دے (کہ فی الحقیقت یہ اسی کی اطاعت ہے) لہٰذا جن لوگوں کی اطاعت کا خدا نے حکم نہیں دیا ان کی اطاعت کرنا اور ان کو ہادی و راہنما تسلیم کرنا شرک ہے۔

۵ شرک تشبیہی: چونکہ خداوند عالم ذات و صفات اور دوسرے تمام کمالات میں بے مثل و بے مثال ہے، لہٰذا جو شخص اس کو مخلوق کی طرح جسم دار اور صاحب اعضاء و جوارح قرار دے کر تشبیہ دے وہ مشرک ہے۔ چنانچہ:

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

من شبہ اللہ بخلقہ فھو مشرک

یعنی جو شخص خدا کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے وہ مشرک ہے۔ (عیون الاخبار)

۶ شرک ہویٰ پرستی: جب ایک مسلمان اپنی نماز میں یہ اقرار کرتا ہے: اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (پروردگارا! میں تیری ہی پرستش کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں) تو اس کے لیے یہ ہرگز روا نہیں ہے کہ گناہ کرتے وقت خنزیر شہوت اور غصہ کے وقت کلب غضب اور جمع مال کے وقت دیو حرص کے سامنے رکوع و سجود کرتا ہوا نظر آئے۔ یہ ہویٰ و ہوس پرستی شرک ہے۔

ارشاد قدرت ہے:

وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۴۱﴾ (سورۃ النازعات:۴۰ و ۴۱)

۷ شرک سببی و مسببی: اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ خدائے حکیم نے اس عالم اسباب کی بنیاد اسباب و مسبّبات پر رکھی ہے۔ یعنی ہر چیز کے وجود کو کسی دوسری چیز کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جیسے اولاد کے وجود کو مرد و زن کے اجتماع سے مال و دولت کو محنت و کام کرنے سے اور شفایابی کو علاج و معالجہ سے مربوط کر دیا ہے۔ مگر ایک موحد کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے اسباب پر نہیں ہوتی۔ یہ اسباب اس وقت اثر انداز ہوتے ہیں جب خدا کا اذن ہوتا ہے، ورنہ کہنا پڑتا ہے: ع

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

لہٰذا علل و اسباب کو اثر و تاثیر میں مستقل جاننا بھی شرک خفی کی ایک قسم ہے، لہٰذا اس سے بھی اجتناب لازم ہے۔

۸ شرک قسمی: امام محمد باقر علیہ السلام اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ سے مروی ہے کہ منجملہ شرک خفی کے اللہ کے

سوا کسی اور مخلوق کی قسم کھانا بھی ہے۔ (تفسیر عیاشی)

نیز امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

ومن ذالك قول الرجل و حياتك

اس شرک خفی سے ہے آدمی کا یہ کہنا کہ "تیری زندگی کی قسم" (تفسیر عیاشی)

لہٰذا اس سے بھی دامن بچانا چاہیے (خدا کا معاملہ اس سے مختلف ہے، وہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائے۔ مگر مخلوق کے لیے اپنے خالق کے سوا اور کسی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ (تفسیر صافی وغیرہ)

⑨ شرک شگونی: کسی چیز سے شگونِ بد لینا۔ مثلاً کسی کام کے لیے جا رہے ہوں اور کوے کی آواز کانوں میں پڑ جائے یا اُلو گھر کی منڈیر پر بیٹھ جائے یا ۱۳ کے عدد سے واسطہ پڑ جائے، یا اثناء راہ میں کوئی پرندہ دائیں یا بائیں جانب سے پرواز کر کے گزر جائے یا توار و بدھ کی رات کو بیمار پرسی کرنا یا عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان شادی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی آدمی ان باتوں سے شگون بد لے اور سفر سے لوٹ آئے، اور ان امور کو اپنی ناکامی و نامرادی میں موثر قرار قرار دے تو یہ بھی شرک خفی ہے...... پیغمبر اسلام ﷺ نے شگونِ بد لینے کو شرک قرار دیا ہے۔ (فرمایا: الطیرة شرك)

(حیاۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۶۶)

بلکہ حق تو یہ ہے کہ تاریخوں کی سعادت و نحوست کو اس قدر اہمیت دینا کہ ان کی وجہ سے ضروری کام معطل ہو کر رہ جائیں اور انھیں کامیابی و ناکامی میں موثر سمجھنا بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ جنگ نہروان کی طرف تشریف لے جاتے وقت منجّم کا جناب امیر علیہ السلام کو روکنا اور یہ کہنا کہ یہ ساعت نحس ہے۔ مگر آنجناب ؑ کا اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تشریف لے جانا، اور پھر مُظفّر و منصور ہو کر واپس لوٹنا ایک مشہور واقعہ ہے۔

اور دوسری کتابوں کے علاوہ خود نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ان باتوں سے کسی آدمی کے دل و دماغ میں کسی قسم کا کوئی غلط خیال پیدا ہو، تو اس کا علاج توکل بر خدا ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد کے سلسلہ سند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "كفارة الطيرة التوكل" کہ شگونِ بد کا کفارہ خدا پر بھروسا ہے۔

(روضہ کافی صفحہ ۲۳۶)

محدث جزائری مرحوم نے انوارِ نعمانیہ میں سعادت و نحوست ایام کی طویل بحث کے بعد فرمایا ہے کہ ان سب چیزوں کا علاج دو چیزوں میں ہے۔ ایک صدقہ دینے میں اور دوسرا خدا پر توکل و اعتماد کرنے میں۔

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

⑩ شرک بدعی: جو شخص کسی من گھڑت بات (بدعت ذاتی) کو تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے اور خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلاتا ہے اور اسی چیز پر لوگوں سے محبت یا نفرت کرتا ہے وہ مشرک ہے...... خدا فرماتا ہے:

ءَاللهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللهِ تَفْتَرُونَ

(کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افتراء پردازی کرتے ہو؟)

باقی صفحہ ۱۴ پر

باب الاعمال

غسل جنابت کے واجبات و مستحباتؒ اور شرائط

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

غسل کے واجبات اور شرائط بعینہ وہی ہیں جو وضو کے ہیں جیسے نیت کرنا بنا پر مشہور پانی کا آب مُطلق اور پاک ہونا اور پانی اور مقام غسل کا غصبی نہ ہونا وغیرہ وغیرہ ہاں یہاں صرف دو باتوں میں فرق ہے۔ اول یہ کہ غسل میں موالات کی شرط نہیں ہے۔ دوم یہاں اوپر سے نیچے کی طرف دھونا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا الٹا کرنا بھی مباح ہے۔ تفصیل کے لئے شرائط وضو کی طرف رجوع کیا جائے۔

غسل جنابتؒ کے مستحباتؒ

غسل جنابت کے مستحبات بناء بر مشہور دس ہیں۔

(۱) منی نکلنے کے بعد پیشاب کے ذریعہ استبراء کرنا تاکہ اگر نالی میں کچھ منی کا بقیہ موجود ہے تو وہ خارج ہو جائے۔

(۲) برتن میں ہاتھ ڈالنے اور غسل کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا جائے اس کے بعد جس سے ظاہری نجاست زائل کی جائے اور پھر غسل کیا جائے۔ اگرچہ اکثر روایات سے یہ مُستفادہ ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف اس کشادہ برتن کے ساتھ مختص ہے جس میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا جائے تاکہ نجاست وھمیہ دور ہو جائے مگر فقہاء کرام نے یہ استحباب مُطلقاً ذکر کیا ہے اگرچہ غسل ارتماسی ہی کیوں نہ کرنا ہو بہرحال یہ قول اگرچہ دلیل سے خالی ہے مگر احتیاط کی مطابق ہونے کی بنا پر قابل قبول ہے۔

(۳) ہاتھ دھونے اور ظاہری نجاست کو زائل کرنے کے بعد کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ اگرچہ ایک ایک دفعہ کافی ہے مگر تین تین دفعہ ایسا کرنا افضل ہے۔

(۴) بناء مشہور ہاتھ دھونے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا (اگرچہ اس کے بعد پڑھنے سے بھی یہ مُستحب ادا ہو جاتا ہے کیونکہ جس کام کی ابتداء بسم اللہ سے نہ کی جائے وہ ناقص ہوتا ہے۔

(۵) غسل ترتیبی میں ہاتھ سے جسم کا ملنا تاکہ سارے جسم تک باآسانی پانی پہنچ جائے۔

(۶) ان چیزوں کو حرکت دینا جن کو حرکت دیئے بغیر بھی پانی ان کے نیچے جسم تک پہنچ جاتا ہے جیسے کھلی انگوٹھی، کھلا کنگن، یا پیٹ وغیرہ کا لٹکا ہوا چمڑا تاکہ ہر ہر جزء بدن تک پانی کے پہنچنے کا یقین کامل حاصل ہو جائے۔

(۷) غسل میں موالات اگرچہ واجب نہیں مگر فقہاء

نے اسے مسارعت الی الخیر کے تحت مُستحب قرار دیا ہے۔ مگر یہ اور اس سے پہلے مُستحب نمبر ۶ پر کوئی نص موجود نہیں ہے۔

⑧ ایک صاع (قریباً تین سیر) پانی سے غسل کرنا جیسا کہ مستحبات وضو میں بھی اس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

⑨ سر کو تین مرتبہ اور بدن کے دونوں حصوں کو دو دو مرتبہ دھونا۔

⑩ غسل کرتے وقت اور اس کے بعد ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول شدہ دعائیں پڑھنا۔ مثلاً

☆ غسل جنابت کرتے وقت یہ دعا پڑھنا:

اللھم طھر قلبی وتقبل سعی واجعل ما عندك خیرا لی اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین

☆ اور غسل کے بعد یہ دعا پڑھنا:

اللھم طھر قلبی وزك کملی واجعل ما عندك خیر الی اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین

(کتاب مقنعه شیخ مُفید)

غسل جنابت کی کیفیّت

پوشیدہ نہ رہے کہ غسل جنابت کے دو طریقے ہیں پہلا غسل ترتیبی اور دوسرا غسل ارتماسی، اور ان میں سے افضل غسل ترتیبی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ظاہری نجاست کو دور کرنے کے بعد نیت کرکے پہلے سر کو گردن سمیت دھویا جائے اس کے بعد جسم کا دایاں حصّہ اور بعد ازاں بایاں حصّہ اگرچہ واجب ایک ایک مرتبہ دھونا ہے مگر مُستحب یہ ہے کہ سر کو تین بار اور دونوں حصوں کو دو دو بار دھویا جائے اور غسل ارتماسی کا طریقہ یہ ہے کہ بدن سے نجاست زائل کرنے کے بعد نیت کر کے یکبارگی آب کثیر میں اس طرح غوطہ لگایا جائے کہ سارا جسم پانی میں چھپ جائے اور اگر پاؤں زمین پر ہوں تو ان کو بھی اوپر اٹھا لیا جائے تاکہ ان کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے۔

غسل جنابت کے مسائل و احکام

مسئلہ ۱: قبل ازیں وضو کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ نیت میں وجوب یا استحباب کا قصد کرنا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا اگر صرف بقصد قربت مُطلقہ غسل کیا جائے تو کافی ہے خواہ وقت عبادت داخل ہونے کے بعد کیا جائے یا اس سے پہلے۔

مسئلہ ۲: غسل ترتیبی میں بہتر یہ ہے کہ جس جانب کو دھویا جائے دوسری جانب کی تھوڑی سی مقدار اس میں شامل کر لی جائے تاکہ ہر طرف کے مکمل دھلنے کا یقین کامل ہو جائے۔

مسئلہ ۳: اگر غسل کے بعد معلوم ہو کہ بدن کا کچھ حصّہ خشک رہ گیا ہے تو اگرچہ روایات سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ صرف اسی خشک جگہ کو دھو لینا کافی ہے۔ مگر بنا بر قول مشہور احوط یہ ہے کہ اس جگہ کو اس طرح دھویا جائے کہ ترتیب بحال رہے مثلاً اگر وہ خشک جگہ جسم کے داہنے حصّہ میں ہے تو اس کے دھونے کے بعد بائیں حصّہ کو بھی دوبارہ دھو لیا جائے۔ وھکذا

مسئلہ ۵: جُنب حرام کا پسینہ چونکہ احتیاط واجب کی بناء پر نجس ہے لہٰذا اگر گرم پانی سے غسل کیا جائے تو

چونکہ فوراً پسینہ آجانے کی وجہ سے جسم پھر نجس ہوجائے گا اس لئے طہارت حاصل نہ ہو سکے گی لہذا ایسا شخص یا تو ٹھنڈے پانی سے غسل کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر گرم پانی میں غسل ارتماسی کرے اور اگر ترتیبی کی فضیلت حاصل کرنا چاہے تو پانی کے اندر نیت کر کے ایک بار سر و گردن کو دوسری بار داہنی طرف کو اور تیسری بار بائیں جانب کو حرکت دے۔

مسئلہ ۶: اگر جسم پر کوئی ایسی چیز ہے جو پانی کو اس کے نیچے پہنچنے سے مانع ہے تو اسے غسل سے پہلے اتار دینا چاہیئے اور اگر غسل ارتماسی کرنے کے بعد معلوم ہو کہ بدن کا کچھ حصہ خشک رہ گیا ہے تو دوبارہ غسل کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۷: غسل کرتے وقت ان چھوٹے چھوٹے بالوں کو تو دھونا چاہیئے جو جزو بدن سمجھے جاتے ہیں۔ مگر لمبے لمبے بالوں کا دھونا ضروری نہیں ہے۔ جبکہ ان کے نیچے والے چمڑے تک پانی با آسانی پہنچ جائے۔

مسئلہ ۸: جس شخص کے ذمہ چند غسل ہوں تو سب کی نیت سے ایک ہی غسل کرنا کافی ہے۔

مسئلہ ۹: نہ صرف غسل جنابت بلکہ بنابر اقوی ہر واجبی غسل کے بعد یا اس سے پہلے وضو کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ متعدد روایات اہل بیتؑ میں وارد ہے کہ: "ای وضوء انقی من الغسل" کونسا وضو غسل سے زیادہ باعث طہارت ہے اور بہت سے علماء محققین مثل عالم ربانی شیخ یوسف بحرانی، فاضل صمدانی شیخ عبداللہ مامقانی اور عالم آل عبا شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء وغیرہم اسی کے قائل ہیں۔

مسئلہ ۱۰: اگر غسل کرتے وقت حدث اصغر صادر ہوجائے (جو موجب وضو ہوتا ہے) تو اس میں شدید اختلاف ہے کہ آیا اس سے غسل باطل ہوجائے گا یا نہ؟ تو اقوی یہ ہے کہ اس سے غسل باطل نہیں ہوگا۔ البتہ احتیاطاً بعد میں وضو کر لیا جائے لیکن احوط و افضل یہ ہے کہ اس غسل کو مکمل کرنے کے بعد وضو کیا جائے اور بعد ازاں اس غسل کا اعادہ کر لیا جائے۔ واللہ العالم

مسئلہ ۱۱: اگر غسل کے بعد کچھ مشتبہ رطوبت خارج ہو جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ منی ہے یا پیشاب یا کوئی اور چیز؟ تو اگر غسل سے پہلے پیشاب کے ذریعے استبراء کر لیا تھا تو پھر غسل صحیح ہے ورنہ دوبارہ غسل کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۲: اگر حمام میں غسل کرتے وقت اجرت نہ دینے کا قصد کرے یا حرام رقم سے ادا کرنے کا ارادہ ہو تو بنابر مشہور اس کا یہ غسل باطل متصور ہوگا۔

واللہ العالم بحقائق احکامہ و نوابہ القائمون مقامہ

باب التفسیر

چوری کے مقدمہ کا شرعی فیصلہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○

اِنَّآ اَنزَلنَآ اِلَیکَ الکِتٰبَ بِالحَقِّ لِتَحکُمَ بَینَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللہُ ط وَلَا تَکُن لِّلخَآئِنِینَ خَصِیمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاستَغفِرِ اللہَ اِنَّ اللہَ کَانَ غَفُورًا رَّحِیمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِل عَنِ الَّذِینَ یَختَانُونَ اَنفُسَھُم ط اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ مَن کَانَ خَوَّانًا اَثِیمًا ﴿۱۰۷﴾ یَّستَخفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَستَخفُونَ مِنَ اللہِ وَھُوَ مَعَھُم اِذ یُبَیِّتُونَ مَا لَا یَرضٰی مِنَ القَولِ ط وَکَانَ اللہُ بِمَا یَعمَلُونَ مُحِیطًا ﴿۱۰۸﴾ ھٰٓاَنتُم ھٰٓؤُلَآءِ جٰدَلتُم عَنھُم فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا قف فَمَن یُّجَادِلُ اللہَ عَنھُم یَومَ القِیٰمَۃِ اَم مَّن یَّکُونُ عَلَیھِم وَکِیلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَن یَّعمَل سُوٓءًا اَو یَظلِم نَفسَہٗ ثُمَّ یَستَغفِرِ اللہَ یَجِدِ اللہَ غَفُورًا رَّحِیمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَن یَّکسِب اِثمًا فَاِنَّمَا یَکسِبُہٗ عَلٰی نَفسِہٖ ط وَکَانَ اللہُ عَلِیمًا حَکِیمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَن یَّکسِب خَطِیٓئَۃً اَو اِثمًا ثُمَّ یَرمِ بِہٖ بَرِیٓئًا فَقَدِ احتَمَلَ بُھتَانًا وَّاِثمًا مُّبِینًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَولَا فَضلُ اللہِ عَلَیکَ وَرَحمَتُہٗ لَھَمَّت طَّآئِفَۃٌ مِّنھُم اَن یُّضِلُّوکَ ط وَمَا یُضِلُّونَ اِلَّآ اَنفُسَھُم وَمَا یَضُرُّونَکَ مِن شَیءٍ ط وَاَنزَلَ اللہُ عَلَیکَ الکِتٰبَ وَالحِکمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَم تَکُن تَعلَمُ ط وَکَانَ فَضلُ اللہِ عَلَیکَ عَظِیمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَیرَ فِی کَثِیرٍ مِّن نَّجوٰھُم اِلَّا مَن اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَو مَعرُوفٍ اَو اِصلَاحٍ م بَینَ النَّاسِ ط وَمَن یَّفعَل ذٰلِکَ ابتِغَآءَ مَرضَاتِ اللہِ فَسَوفَ نُؤتِیہِ اَجرًا عَظِیمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَن یُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن م بَعدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الھُدٰی وَیَتَّبِع غَیرَ سَبِیلِ المُؤمِنِینَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَسَآءَت مَصِیرًا ﴿۱۱۵﴾

(سورۃ النساء: ۱۰۵ تا ۱۱۵)

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم نے (یہ) کتاب حق کے ساتھ آپ پر اتاری ہے، تاکہ آپ لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے اور آپ خیانتکاروں کے طرفدار نہ بنیں۔ (۱۰۵)

اور اللہ سے مغفرت طلب کریں، یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۰۶)

اور جو لوگ اپنی ذات سے خیانت کرتے ہیں آپ ان کی وکالت نہ کریں، بے شک اللہ اسے دوست نہیں رکھتا جو بڑا خیانت کار اور بڑا گنہگار رہے۔ (۱۰۷)

یہ لوگ (اپنی حرکات) لوگوں سے تو چھپا سکتے ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپا سکتے، کیونکہ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے، جب وہ راتوں کو اس کی پسند کے خلاف گفتگوئیں (مشورے) کرتے ہیں، اور وہ جو کچھ کرتے ہیں، اللہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (۱۰۸)

(اے مسلمانو!) یہ تم ہو جو دنیاوی زندگی میں ان

کی طرف سے جھگڑتے ہو (ان کی طرفداری کرتے ہو) تو قیامت کے دن ان کی طرف سے خدا سے کون بحث کرے گا؟ یا کون ان کا وکیل (نمائندہ) ہوگا؟ (۱۰۹)

اور جو کوئی برائی کرے قبیح کام کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے (گناہ کا ارتکاب کرے) پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا پائے گا۔ (۱۱۰)

اور جو گناہ کرتا ہے تو وہ اپنی ہی جان کے خلاف کرتا ہے، اور اللہ بڑا جاننے والا ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔ (۱۱۱)

اور جو کوئی غلطی یا گناہ کرے، تہمت کسی بے قصور پر لگائے تو اس نے ایک بڑے بہتان اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔ (۱۱۲)

اور اگر اللہ کا فضل وکرم اور اس کی خاص رحمت آپؐ کے شاملِ حال نہ ہوتی تو ان کے ایک گروہ نے تو یہ توصی کر لیا تھا کہ آپ کو گمراہ کر کے رہے گا۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ کچھ پڑھا دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپؐ پر اللہ کا بڑا فضل وکرم ہے۔ (۱۱۳)

لوگوں کی زیادہ تر سرگوشیوں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے سوا اس کے کہ کوئی صدقہ دینے، نیکی کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کی بات کرے اور جو شخص خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ایسا کرے ہم اسے اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔ (۱۱۴)

اور جو راہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسولؐ کی مخالفت کرے اور اہل ایمان کے راستے کے خلاف راستہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی جانے دیں گے (ہم اسے کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے) اور اسے آتشِ دوزخ کا مزا چکھائیں گے اور یہ بہت بری جاء بازگشت ہے۔ (۱۱۵)

تفسیر الآیات

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ......الآیۃ

اِن آیات کی شانِ نزول

آیت نمبر ۱۰۵ سے لے کر آیت نمبر ۱۱۵ پوری دس آیات اس مخصوص واقعہ سے متعلق ہیں جو حضرت رسولِ خدا ﷺ کے عہد معدلت انگیز میں پیش آیا تھا۔ جس کی بقدرِ ضرورت تفصیل یہ ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے تین بھائی تھے، جن کے نام بشر، بشیر اور مبشر تھے اور یہ ابیرق نامی ایک شخص کے بیٹے تھے۔ ان میں سے بشیر کی کنیت ابوطعمہ تھی۔ اس نے اپنے ہمسایہ قتادہ بن نعمان بدری صحابی کے گھر نقب لگا کر آٹے کی بوری، تلوار اور زرہ چرالی۔ جب صبح ہوئی اور قتادہ نے ابوطعمہ سے دریافت کیا تو اس نے قسم اٹھا کر اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ الغرض جب مسروقہ مال کی تلاش شروع ہوئی تو اس نے وہ مال ایک یہودی کے ہاں رکھ دیا، اور جب قتادہ نے بارگاہِ رسالت میں دعویٰ دائر کیا اور ابوطعمہ پر اپنا شبہ ظاہر کیا، جب مسروقہ مال کی تلاش شروع ہوئی تو اتفاق یہ ہوا کہ آٹے کی بوری میں سوراخ تھا، اس سے آٹا گرتا گیا۔ اس طرح لوگ اس یہودی

کے گھر پہنچ گئے اور مال برآمد کرلیا۔ مگر یہودی نے سختی سے اپنے چور ہونے کی نفی کی اور کہا کہ میرے پاس ابوطعمہ یہ چیزیں رکھ گیا ہے۔ مگر ابوطعمہ، اس کے بھائی بندوں اور بنی ظفر کے بہت سے لوگوں نے اجماع کرکے یہ الزام یہودی پر منڈھ دیا۔ اگرچہ بنی ظفر کو علم ہو چکا تھا کہ یہودی چور نہیں، بلکہ ابوطعمہ چور ہے، مگر اپنے جھوٹے وقار کو بچانے اور بدنامی سے بچنے کی خاطر بارگاہِ رسالت میں پہنچ گئے، اور بڑے زور شور سے ابوطعمہ کی بے گناہی ثابت کرتے ہوئے اس وکالت کی اور بڑے شد و مد کے ساتھ یہ الزام یہودی کے سر پر تھوپنے کی کوشش کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ یہودی خدا ورسولؐ کا دشمن ہے۔ اگر وہ بری ہوگیا اور فیصلہ ابوطعمہ کے خلاف ہوا تو نہ صرف وہ ذلیل ورسوا ہوگا، بلکہ اس کی پوری قوم ذلت و رسوائی کے اتاہ گڑھے میں گر جائے گی۔ ظاہری قانونِ شریعت کے مطابق اگر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سوچ کر کہ بنی ظفر اور ان کے وکلاء صفائی اور حمایت گار مُسلمان ہیں اور بڑے شدومد سے ابوطعمہ کی صفائی پیش کررہے ہیں تو یہ سچے ہی ہوں گے، ابوطعمہ کے حق میں فیصلہ کردیے۔ جیسا کہ بظاہر کرنا بھی چاہتے تھے، تو یہ کوئی اچنبہ کی بات نہ ہوتی۔ کیونکہ مقدمہ کی ظاہری روئیداد کا تقاضا یہی تھا۔ لیکن اگر ایسا ہوجاتا تو مخالفین کو نہ صرف اسلام اور مُسلمانوں کے خلاف بلکہ پیغمبر اسلامؐ کے خلاف ایک حربہ مل جاتا اور وہ پروپیگنڈا کرتے کہ آنحضرتؐ جس عصبیّت کے خلاف بات کرتے ہیں، خود اسی کا شکار ہوکر یہودی کے خلاف اور مُسلمانوں کے حق میں فیصلہ کردیا اور حق و انصاف کا خون بہادیا۔ اس لیے خداوند عالم نے اس واقعہ کی نزاکت اور حساسیت کے پیشِ نظر خصُوصی طور پر اس مقدمہ میں مداخلت کی اور آنحضرتؐ کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کرکے صحیح فیصلہ کرنے میں آپ کی راہنمائی فرمائی۔ چنانچہ آپؐ نے یہودی کو بری قرار دے کر ابوطعمہ کو مجرم قرار دیا۔ اس بارے میں ارشادِ قدرت ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ

چنانچہ جب بشیر کو حقیقت حال کی اطلاع ہوئی تو وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مرتد ہوگیا۔

(مجمع البیان، ضیاء القرآن، تفہیم القرآن)

وہ نتائج جو اس واقعہ سے برآمد ہوتے ہیں

اس واقعہ سے بڑے مُفید نتائج برآمد ہوتے ہیں، جو بڑے اختصار کے ساتھ ذیل میں حوالہ قلم کیے جاتے ہیں۔

① محض خاندانی عصبیّت کے تحت کبھی مجرم کی حمایت نہیں کرنی چاہیے۔ اور نہ ہی یہ طریقہ کار ایک مُسلمان کا شیوہ و شعار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے ان آیات میں ان لوگوں کو سختی کے ساتھ ملامت کی ہے جن سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اس سے سبق حاصل ہوتا ہے کہ اسلام میں قوم یا مذہب کے نام پر انصاف کے معاملہ میں تعصّب اور غلط رو و رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب واجب ہے۔

② ان آیات اور اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ

ابوطعمہ اور اس کی قوم اور ان کے حمایت کار اور وکلاء صفائی جو ایک مجرم مُسلمان کو بچانا اور ایک بے قصور یہودی کو پھنسانا چاہتے تھے نہ صرف یہ کہ مُسلمان تھے بلکہ سب صحابہ کرام کی جماعت کے معزز ارکان تھے۔ اس کے بعد سوچنے کی بات ہے کہ "الصّحابۃ کلھم عدول" کا نظریہ کہاں تک صحیح ہے؟ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں کف لسان سے کام لینا چاہیے۔ اگر اس نظریہ میں کوئی صداقت ہوتی تو پھر خدا اس پر خود کیوں نہ عمل کرتا اور ان لوگوں کے بارے میں حُسنِ ظن کی پردہ دری کیوں کرتا؟ اور ان کا گھناؤنا کردار پیش کرکے ان کی رسوائی کے اسباب کیوں جمع کرتا؟

③ انِ آیات میں بظاہر خطاب حضرت رسولِ خداؐ کو ہے، جیسے: ولا تکن للخائنین خصیما، استغفر اللّٰہ، ولا تجادل عن الذین وغیرہ۔ مگر فریقین کے مُحقّق مُفسّرین کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے مراد امت کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس معاملہ مین انتہائی غلط کردار ادا کیا تھا اور جاہلی دور کی جتھہ بندی اور عصبیّت کا مظاہرہ کیا تھا۔ چنانچہ:

☆ حضرت شیخ طوسی علیہا الرحمہ لکھتے ہیں: المراد بذالك امته علیه السلام۔ کہ اس سے آپؐ کی امت مراد ہے۔ (تفسیر تبیان)

☆ فاضل قرطبی لکھتے ہیں: قیل الخطاب للنبی و المراد بنوبیرق۔ کہا گیا ہے کہ بظاہر خطاب آنحضرتؐ کو ہے مگر اس سے مراد بنی ابیرق ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اور اگر اس سے آنحضرتؐ کی ذات والاصفات مراد لی جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ابوطعمہ کے مُسلمان اور دوسرے فریق کے یہودی ہونے کی وجہ سے اور ابوطعمہ کی حمایت میں بڑے شد و مد کے ساتھ بنی ظفر کی حمایت کاری کے سبب سے آنحضرتؐ کے دل و دماغ میں جو ہلکا سا خیال اس کے حق میں فیصلہ کرنے کے متعلق گزرا تھا تو بموجب "حسنات الابرار سیئات المقربین" آنحضرتؐ کو توبہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

④ ھا انتم...... پہلی آیتوں میں خطاب بصیغۂ مفرد خاص رسول کو تھا۔ مگر اب خطاب بصیغۂ جمع کیا جا رہا ہے کہ اب تو تم دنیاوی زندگی میں ان کی جانب سے لڑ جھگڑ لو مگر قیامت کے دن ان کی طرف سے کون لڑے گا؟ یہ اس بات کا صاف قرینہ ہے کہ اگرچہ پہلے خطاب بظاہر خود رسولؐ سے تھا مگر اس سے مقصود دوسرے لوگوں کی ہی تنبیہ تھی جو ان مجرموں کی طرف سے صفائی پیش کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ (فصل الخطاب)

⑤ و من یعمل سوء...... اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اگر مقررہ شرائط کے ساتھ صحیح معنوں میں توبہ کی جائے تو اس سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آدمی گناہوں کی نجاست و کثافت سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له"۔

⑥ من یکسب خطیئۃ ...... مُفسّرین نے اہل لغت کے کلام کی روشنی میں خطیئہ اور اثم میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ خطیئہ عمدی بھی ہوسکتی ہے اور غیر عمدی بھی مگر اثم (گناہ) ہمیشہ عمداً ہوا کرتا ہے اور بہتان ان سب گناہوں سے بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ جس کے مرتکب کو خدا نے بے ایمان کہا ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "انما یفتری الکذب الذین لایومنون" کہ افترا پردازی صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو بے ایمان ہوتے ہیں۔

⑦ اثمًا مبینًا ...... قرآنی اِصطلاح میں ہر گناہ اپنے ساتھ غداری ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنے ساتھ خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے گناہ سے اجتناب کرکے اپنے آپ کو نجات کا مستحق بنایا جائے۔ مگر گناہ گار گناہ کرکے اپنے کو جہنم کا مستوجب قرار دیتا ہے تو یہ اگر اپنے ساتھ غداری نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ جو مُسلمان کہلا کر چوری خود کرتا ہے اور تہمت کسی غیر مسلم پر لگاتا ہے تو وہ جہاں اپنا غدار ہے وہاں اپنی قوم وملت کا بھی غدار ہے۔ بلکہ دوسروں کی نظر میں اپنی پوری جماعت کے کردار کو داغ دار بنا رہا ہے۔ وہ ایک غیر مسلم کو جو بے گناہ تھا آنحضرتؐ سے سزا دلا کر اس کی نگاہ میں آنحضرتؐ کو ایک ظالم حاکم قرار دلوانا چاہتا تھا یہ تو رحمت للعالمینؐ کے ساتھ بھی غداری ہے۔

⑧ ولولا فضل اللہ ...... میں خدائے رحمٰن ورحیم نے کس لطیف پیرایہ میں آنحضرتؐ کی عصمت و طہارت کو بیان فرمایا ہے۔ لوگ لاکھ آپ کو جادۂ حق سے منحرف کرنے کا ارادہ اور تحعیہ کریں مگر آپؐ کے پروردگار کا فضل وکرم اور اس کی خاص رحمت (عصمت ربانی) آپؐ کے ساتھ ہے اور خدا آپؐ کا دستگیر ہے تو پھر آپ کو کون گمراہ کرسکتا ہے۔ جو ایسا ارادہ کرتا ہے وہ اپنے آپ کو گمراہ کرتا ہے۔ آپ کو ہرگز کوئی ضرر وزیاں نہیں پہنچا سکتا۔

لاخیر فی کثیر...... نجوی کے معنی ہیں: ہر قسم کی سرگوشی اور راز ونیاز کی باتیں یا خفیہ اجلاس۔ یہ سب باتیں محض تضییع اوقات ہیں۔ ہاں سرگوشی وہ اچھی ہے اور خفیہ اجلاس وہ مُفید ہے جس میں قربۃً الی اللہ کسی حاجت مند کی حاجت برآری یا کسی اچھے پروگرام کی انجام دہی کے بارے میں غور وفکر کیا جائے۔ اور پھر اس پر عمل درآمد بھی کیا جائے۔

کیونکہ سب سے بڑی عبادت یہی ہے کہ ؏

کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

⑩ من یشاقق الرسول......اس سے مُستفاد ہوتا ہے کہ جس طرح ابوطعمہ پر جاہلیت کا وہ دور پڑا تھا کہ اسلام کا قلادہ اتار کر مرتد ہوگیا۔ اسی طرح اگر کوئی کلمہ گو جو خدا کو خدا، اور رسول کو رسول جانتا ہے، اس حق وحقیقت کے واضح وآشکار ہوجانے کے بعد کہ حضرت رسولِ خداؐ جو کچھ کرتے ہیں یا جو کچھ کہتے ہیں وہ وحی ربانی اور ارشادِ حقانی کے تحت کرتے اور کہتے ہیں۔ پھر بھی آپ کے فیصلہ کو صحیح تسلیم نہیں کرتا، بلکہ اس کے خلاف چوں وچرا کرتا

ہے تو اس کا انجام جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ع
سزائے ایں چنیں دونان بجز دوزخ کجا باشد
یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے افادات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مزید چند سطریں پیش کر دی جائیں۔ موصوف نے چھ عدد نتائج درج کیے ہیں اور ہم نے دس عدد لکھ دیے ہیں، اس لیے ہم ان کے اخذ کردہ نتائج کو گیارہ نمبر سے شروع کرتے ہیں۔ اس طرح ان نتائج کی مجموعی تعداد سولہ ہو جائے گی۔ چنانچہ جناب موصوف رقمطراز ہیں: بہرحال ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ:

⑪ مسلمان قاضی کو چاہیے کہ ہر حال میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اس خیال سے کہ ایک فریق مسلمان ہے اور دوسرا غیر مسلم ہے۔ مسلمان کی طرف داری نہیں کرنی چاہیے۔

⑫ ہمیشہ خدا سے مدد مانگتا رہے۔ کیونکہ قضا کا معاملہ نہایت نازک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ طبیعت کے میلان سے کوئی لغزش ہو جائے۔

⑬ قاضی کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جس سے کسی فریق کی وکالت کی بو آئے۔

⑭ مسلمانوں کو نہیں چاہیے کہ ہم مذہب ہونے کی وجہ سے یا اپنے خاندان و قبیلہ سے ہونے کی وجہ سے کسی مجرم کی حمایت کریں اور سازش کر کے جتھا بندی کر لیں۔ دنیا کی نگاہیں نہ دیکھتی ہوں لیکن خدا تو دیکھ رہا ہے کہ کون مجرم ہے کون نہیں ہے۔

⑮ جو برائی کرتا ہے اس کی برائی اسی پر ہے۔ پس یہ خیال نہ کرو کہ یہ شخص ہمارا ہم مذہب یا رشتہ دار ہے اس کا جرم ثابت ہو گیا تو ہم پر بھی دھبا لگ جائے گا۔

⑯ خود گناہ کرنا اور اسے دوسرے کے سر دھوپ دینا ایک معصیت کے بعد دوسری معصیت کا ارتکاب ہے۔

بقیہ باب العقائد

خداوند عالم تمام اہل اسلام کو بالعموم اور اہل ایمان کو بالخصوص ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھے۔ "انه علی کل شیء قدیر و بالاجابة جدیر"

توحید کی اس قدر اہمیت اور شرک کی خوفناک مذمت کے بعد ایک درد دین رکھنے والے مسلمان کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟...... یہی کہ وہ توحید کے دامن کو پوری مضبوطی سے تھامے اور شرک سے کلی اجتناب کرے۔ زہر چونکہ زندگی کا قاتل ہے تو ہر وہ شخص جسے زندگی عزیز ہوتی ہے وہ زہر کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا، بلکہ جس چیز کو زہر کے چھو جانے کا بھی خیال ہو اس کے بھی قریب نہیں جاتا تو جس شخص کو اپنا ایمان عزیز ہے اور وہ جانتا ہے کہ شرک سے ایمان کی موت واقع ہو جاتی ہے، کیا وہ ہر قسم کے شرک سے دور نہیں بھاگے گا؟ یقیناً بھاگے گا۔

اور جس چیز میں اسے شرک کا شائبہ بھی نظر آئے گا وہ اس کے قریب بھی نہیں جائے گا اور کسی تاویل علیل ی لفظی ہیر پھیر کا قطعاً سہارا نہیں لے گا۔

واللہ الہادی الی سواء السبیل و ہو خیر دلیل

باب الحدیث

سفید ریش بزرگوں کے احترام کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: سفید ریش بزرگ آدمی کا احترام کرنا خداوند عالم کے احترام میں سے ہے۔ (اصول کافی)

② حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے فرمایا: جو شخص اپنے سے بڑے سن وسال والے بزرگ کا اس کی بزرگی کی وجہ سے احترام کرے تو خداوند عالم اسے قیامت کی فزع اکبر سے امن و امان عطا فرمائے گا۔ (اصول کافی)

③ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص ہمارے بزرگ کا احترام نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (اصول کافی)

④ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں، فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف آدمی آئے تو اس کا احترام واکرام کرو۔ (اصول کافی)

⑤ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: بڑوں کی تعظیم کرو، صلہ رحمی کرو، اور لوگوں کو اپنی ایذاء رسانی سے بچانا افضل ترین عمل ہے۔ (ایضاً)

باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سائل: میر عباس علی

سوال نمبر ۷۲۹: کیا غیبت امام زمانہ علیہ السلام میں نماز جمعہ کی بجائے نماز ظہر ادا کرنا گناہ ہے۔

جواب: باسمہٖ سبحانہ! زمانِ حضور کہو یا غیبت کا دور جمعہ کے دن اپنے شرائط مقررہ کے تحت نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے۔ اور اگر شرطیں نہ پائی جائیں یا اور کسی وجہ سے نمازِ جمعہ نہ پڑھی جا سکے تو پھر اس کی جگہ نمازِ ظہر پڑھی جاتی ہے۔

سائل: ابو صلاح الجعفری، عرفان سید

سوال نمبر ۷۳۰: دقائق اسلام میں آپ کا یہ فتویٰ شائع ہوا:

سوال: کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام ہر مرنے والے کی قبر میں پہنچیں گے اور اس کے لیے کئی کتابوں سے حوالہ جات بھی دیتے ہیں۔ اس کا عقلی اور قرآن و احادیث سے جواب مسفید فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! اس بات کا تذکرہ نہ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں ہے اور نہ ہی چہاردہ معصومین علیہم السلام کے فرمان میں ہے تو پھر کس طرح اس غیر معقول بات پر عقیدہ قائم کیا جا سکتا ہے؟ لوگ تو بہت سی بے بنیاد باتیں کہتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔

میری (سائل) کی نظر میں یہ فتویٰ علمی نہیں۔ قبلہ صاحب فرما رہے ہیں: ''اس بات کا تذکرہ نہ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں ہے اور نہ ہی چہاردہ معصومین علیہم السلام کے فرمان میں ہے''۔ جبکہ قبر میں تجسم اعمال خود ایک بحث ہے، باقی یہ صریحاً ظلم ہے کہ کہا جائے کہ اس طرح کی بات احادیث محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام میں نہیں آئی۔ احادیث موجود ہیں، ان پر اجمالی عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

پہلی حدیث:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ان العبد اذا ادخل قبرہ اتاہ منکر، ففزع منہ یسال عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ فیقول لہ: ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین اظھرکم؟ فان کان مؤمنا قال: اشھد انہ رسول اللہ جاء بالحق، فیقال لہ: ارقد رقدۃ لا حلم فیہا، و یتنحی عنہ الشیطان، و یفسح لہ فی قبرہ سبعۃ اذرع، و یری مکانہ من الجنۃ، قال واذا کان کافرا قال: ما ادری، فیضرب ضربۃ یسمعہا کل من خلق اللہ الا الانسان وسلط علیہ الشیطان

(بحار الانوار جلد۶ صفحہ ۲۲۴، حدیث ۲۵)

اس حدیث میں مومن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر پہچانے گا اور اس کی جزا پائے گا، اسی طرح کافر

نہیں پہچانے گا اور اس کی سزا پائے گا۔

دُوسری حدیث:

عن ابن ظبیان قال: کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام فقال: ما یقول الناس فی ارواح المومنین بعد موتھم؟ قلت: یقولون: فی حواصل طیور خضر، فقال: سبحان اللہ المؤمن اکرم علی اللہ من ذلک، اذا کان ذلک اتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین علیہم السلام و معھم ملائکۃ اللہ عزوجل المقربون، فان انطق اللہ لسانہ بالشھادۃ لہ بالتوحید، و للنبی صلی اللہ علیہ و آلہ بالنبوۃ، و الولایۃ لاھل البیت شھد علی ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین علیہم السلام و الملائکۃ المقربون معھم، و ان اعتقل لسانہ خص اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ بعلم ما فی قلبہ من ذلک فشھد بہ، و شھد علی شھادۃ النبی علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین علی جماعتھم من اللہ افضل السلام، و من حضر معھم من الملائکۃ

(بحار الانوار ج ۶ ص ۲۲۹، ح ۳۲)

اس حدیث میں خمسہ آلِ عبا کا مومن کی قبر میں آنے کا ذکر ہے۔

تیسری حدیث:

روی المفید باسنادہ عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ لعلی علیہ السلام: یاعلی ان محبیك یفرحون فی ثلاثۃ مواطن عند خروج انفسھم و انت ھناك تشھدھم، و عند المسألۃ فی القبور و انت ھناك تلقنھم، و عند العرض علی اللہ و انت ھناك تعرفھم (بحار الانوار ج ۶ ص ۲۰۰)

احادیث کی شرح میں علامہ مجلسی نقل فرماتے ہیں:

ام سلمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: میں نے رسولِ خدا ﷺ کو علی سے کہتے سنا کہ اے علی! تمہارے مُحب تین جگہوں پر خوشی پائیں گے:

① جب ان کی روح قبض ہو رہی ہوگی تو آپ وہاں ہوں گے۔

② جب قبر میں سوال جواب ہوگا تو آپ ان کو تلقین کریں گے۔

③ جب اعمال پوچھے جائیں گے قیامت میں آپ ان کو پہچنوائیں گے کہ یہ میرا ہے۔

اور جان کنی کی حالت میں اہلِ بیت علیہم السلام کا آنا قطعی ہے۔ علامہ مجلسی ان تمام روایات و واقعوں کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اعلم ان حضور النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و الائمۃ صلوات اللہ علیہم عند الموت مما قد ورد بہ الاخبار المستفیضۃ، و قد اشتہر بین الشیعۃ غایۃ الاشتہار، و انکار مثل ذلک لمحض استبعاد الاوھام لیس من طریقۃ الاخبار

خلاصہ کلام کہ ان باتوں کو رد کرنا اپنے وہم کی وجہ سے ہے روایات کی رو سے نہیں۔

سید صادق کا فتوا:

رقم السوال: ۱۰۴:

السوال:

(سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد صادق الحسینی الروحانی (دام ظلکم الشریف) هل صحیح انه لا توجد

شفاعة فی عالم البرزخ و تکون الشفاعة فی یوم القیامة؟ و شکراً

الجواب: بسمه جلت اسماؤه

الذی یتحصل من الایات و الروایات ان الشفاعة انما تقع فی القیامة، و بتعبیر احد الاکابر: اخر موقف من مواقف یوم القیامة

و اما فی نشاة البرزخ فتدل الایة و النصوص علی حضور النبی صلی الله علیه و اله و الائمة علیهم السلام عند الموت و عند مسائلة القبر و اعانتهم ایاه علی الشدائد، و هو انما یکون من قبیل التصرفات و الحکومة الموهوبة لهم باذن الله تعالیٰ، و التفصیل فی کمان أخر

التاسع من جمادی الاولی لعام ۱۴۲۳

محمد صادق الحسینی الروحانی

جواب: باسمہٖ سبحانہٗ! قبل ازیں کسی مناسب مقام پر یہ حقیقت واضح کی جاچکی ہے کہ عقیدہ کے مقام میں دو چیزوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ ① آیاتِ محکمات، یا ② روایاتِ متواترات۔ اور یہاں دونوں چیزیں مفقود ہیں۔ نہ آیاتِ محکمات ہیں اور نہ روایاتِ متواترات، بلکہ صرف یہ دواڑھائی روایات ہیں جو بحار الانوار کے حوالہ سے نقل کی گئی ہیں اور وہ بھی اخبار احاد اور وہ بھی ضعیف السند...... مزید برآں ان کے معنی ومفہوم میں کلام کی گنجائش ہے، واضح المفہوم نہیں ہیں۔ اور وہ بھی موت کے وقت نہ کہ قبر میں۔ بہر حال ان امور کی تکمل تحقیق کہ حضور الائمہ عندالمحتضر کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ ان سب امور پر مفصل بحث اور تکمل تحقیق کے شائقین کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد اور اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کا مطالعہ فرمائیں، تسلی ہوجائے گی، ان شاء اللہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام بنفسِ نفیس ہر مرنے والے کی موت کے وقت اور اس کی قبر میں بھی تشریف لاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ ہر وقت ہر شب و روز میں جاری و ساری ہے، ان کو سوچنا چاہیے کہ وہ ذواتِ مقدسہ جنت الفردوس میں آرام کب فرماتے ہیں؟ آیا ہر وقت یہی دوڑ شروع رہتی ہے کہ اس کی موت کے وقت اس کے پاس، اُس کی موت کے بعد اس کی قبر میں۔

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ

لا حول و لا قوة الا باللہ

اس علمی دور میں ایسے خلافِ عقل و فطرت عقائد رکھنے سے اجتناب لازم ہے۔

علاوہ بریں ایسے لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ سرکار معصومین علیہم السلام کے ظاہری حین حیات میں بھی تو مشرق و مغرب اور پوری کائنات میں موت و حیات کا سلسلہ جاری رہتا تھا مگر وہ تو اپنے مقام پر رہتے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی کہیں غائب نہیں ہوتے تھے۔ اس بارے میں کیا کہا جائے گا؟

واضح رہے کہ فتوے فروع دین میں چلتے ہیں، اصولِ دین و مذہب میں فتووں سے کام نہیں چلتا۔ اہل علم وعقل کو غور کرنا چاہیے کہ یہ عقیدہ (جو کہ جسم واحد کے آنِ واحد میں مُتعدّد مقامات پر حاضر ہونے پر مشتمل

ہے جو کہ ایسا محالِ عقلی ہے کہ جسے کوئی معجزہ بھی بروئے کار نہیں لاسکتا) بہتر ہے یا وہ نظریہ صحیح ہے جسے سرکار علامہ جزائری نے انوارِ نعمانیہ میں پیش کیا ہے کہ جب مرنے والا مر رہا ہوتا ہے تو اس کی نگاہیں آسمان کی طرف ہوتی ہیں اور جنت آسمانوں میں ہے، اور سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام اس میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو خلاقِ عالم مرنے والے کی آنکھوں سے حجاب ہٹا دیتا ہے اور وہ بچشم خود مشاہدہ کرتا ہے کہ وہ حضرت رسولِ خداؐ ہیں، اور وہ حضرت علی مرتضیٰؑ ہیں وھکذا۔ ارشادِ قدرت ہے: ''فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد'' جس طرح ہر آدمی سورج کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے یہ سورج ہے۔ پس اگر مرنے والا مومن ہو تو خوشحال ہو کر مرتا ہے اور اگر منافق ہو تو حسرت و یاس کی تصویر بن کر مرتا ہے۔

اس موضوع کی مزید تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب ''اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

وفیہ کفایۃ لمن لہ ادنیٰ درایۃ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

☆

سائل: محمد اشرف جعفری

امیر مختار کا قاتلانِ حسین علیہ السلام سے انتقام

سوال نمبر ۷۳۱: السلام علیکم علامہ صاحب قبلہ جناب کیا امیر مختار کا قاتلانِ حسین کو قتل امام سجادؑ کی اجازت سے تھا؟

جواب: باسمہٖ سبحانہ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اگرچہ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے، حتیٰ کہ علامہ مجلسیؒ جیسے بزرگوار فرماتے ہیں کہ انا فی شانہ من المتوقفین۔ میں مختار کے حالات کے بارے میں توقف کرنے والوں میں سے ہوں (بحار الانوار) مگر میں نے اپنی کتاب سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ میں ثابت کیا ہے کہ جناب مختار کی کارروائی پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام راضی تھے۔

سائل: باقر رضا زیدی

نمازِ جنازہ میں علی علیہ السلام کا نام لینا

سوال نمبر ۷۳۲: نمازِ جنازہ میں علی علیہ السلام کا نام لیا جا سکتا ہے؟

جواب: باسمہٖ سبحانہ! نمازِ جنازہ ہو یا کوئی اور شرعی عبادت و عمل وہ بالکل اسی طرح بجا لانا چاہیے جس طرح سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام نے عمل کیا ہے۔ اس میں ہرگز کوئی کمی یا بیشی کرنے کا ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ قیامت تک ان کا اسوۂ حسنہ ہی قابلِ عمل اور لائق تقلید و تأسی ہے۔

باب المتفرقات

اہلِ قبلہ کی حرمتِ تکفیر کتاب و سُنّت کی روشنی میں

قسط: ۲

سیّد مزمل حسین نقوی ڈائریکٹر ریسرچ البصیرہ ٹرسٹ اسلام آباد

مومن از نظر قرآن

سورہ بقرہ میں خداوندکریم ارشاد فرماتا ہے:

① وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (سورۃ البقرۃ:۲۸۵)

ترجمہ: اور مومن وہ ہیں جو اللہ، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

② وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (سورۃ البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ: "...... بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو بھی اللہ، روزِ آخرت، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے......"

③ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۃ البقرۃ:۲۳۲)

ترجمہ: "یہ نصیحت اس کے لیے ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے"۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (سورۃ الحجرات:۱۵)

ترجمہ: "یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں پھر شک نہ کریں اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کریں، حقیقۃً یہی لوگ سچے ہیں"۔

اسلام اور ایمان از نظر روایات

① حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اسلام کیا ہے؟ فرمایا:

شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ و تقیم الصلاۃ و تؤتی الزکاۃ و تصوم رمضان و تحج البیت

یعنی: "خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکات دینا، روزہ رکھنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا"۔ اس نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا:

ان تومن باللہ و ملائکتہ و الجنۃ و النار و البعث بعد الموت و القدر

یعنی: "کہ تو اللہ، اس کے ملائکہ، جنت، جہنم، موت کے بعد زندہ ہونے اور قضا و قدر پر ایمان لے آئے"

② جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو جنگ خیبر میں مرحب کے مقابلے میں بھیجنے لگے تو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کب تک جنگ کروں؟ تو فرمایا:

قاتلھم حتی یشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ فاذا فعلوا ذلک فقد منعوا منک دمائھم و اموالھم الا بحقھا و

حسابھم علی اللہ

یعنی: "ان سے جنگ کرنا یہاں تک کہ وہ خدا کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی گواہی دیدیں۔ جب وہ کلمہ پڑھ لیں تو پھر ان کا خون اور ان کا مال محفوظ ہے مگر جہاں حق ہو اور ان کا حساب خدا کے ہاتھ میں ہے"۔

③ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

امرت ان اقاتل الناس حتی ...... الا بحق الاسلام و حسابھم علی اللہ

یعنی: "مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ خدا کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی گواہی دے دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ جب وہ اس طرح کریں گے تو میری طرف سے ان کی جان اور اموال محفوظ ہیں۔ مگر حق اسلام کی خاطر اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے"۔

④ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

بُنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و اقام الصلاۃ و ایتاء الزکاۃ والحج و صوم رمضان

یعنی: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا"۔

مذکورہ بالا آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کی وحدانیت، آنحضرتؐ کی رسالت، قیامت، ملائکہ اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا قائل ہو جاتا ہے، نیز نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے وجوب کو تسلیم کر لیتا ہے وہ درحقیقت دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ مُسلمان اور مومن ہے۔ اس پر اسلام کے تمام احکام جاری ہوں گے، اگرچہ وہ نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کا پابند نہیں ہے یعنی ان کے وجوب کا قائل ہے لیکن بجا نہیں لاتا۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اگرچہ فاسق اور گناہگار ہے۔ اس کی جان و مال اور عزت و آبرو قابلِ احترام ہیں۔

ایسے شخص کو کافر کہنا سنگین جرم ہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے تو مُسلمان کی غیبت کرنے اور اس پر بہتان باندھنے سے منع کیا ہے، چہ جائیکہ اسے کافر کہنا، آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

المسلم علی المسلم حرام دمہ و عرضہ و مالہ

یعنی: "مُسلمان کا ایک دوسرے پر خون، عزت اور مال حرام ہے"۔

خوارج نے جب حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں کو کافر کہنا شروع کیا تو آپ علیہ السلام نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا:

"تم جانتے ہو کہ رسولِ خداؐ نے جب زانی کو سنگسار کیا تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا۔ قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی، چور کے ہاتھ کاٹے اور زنا غیر مُحصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انھیں مالِ غنیمت میں سے حصّہ بھی دیا۔ انھوں نے مُسلمان ہونے کی حیثیت سے مُسلمان عورتوں سے نکاح بھی کیے۔ اس طرح رسولِ خداؐ نے ان کے گناہوں کی سزا انھیں دی اور جو ان کے متعلق

اللہ کا حق تھا اسے جاری بھی کیا۔ مگر انھیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کیے۔ تم ہو ہی شر پسند اور وہی ہو جنھیں شیطان نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے آلۂ کار بنا رکھا ہے اور اس طرح گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے"۔

سورۂ حجرات آیات ۱۰ تا ۱۲ میں خدا فرماتا ہے:

"مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے ایمان والو! کوئی گروہ کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، چونکہ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ، اور ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام لینا فسق ہے اور جو توبہ نہیں کرتے وہی ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو۔ بعض بدگمانیاں یقیناً گناہ ہیں اور تجسّس بھی نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً تم اس سے نفرت کرتے ہو"۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

من روی علی مومن روایة یرید بھا شینه و ھدم مروئته لیسقط من اعین الناس اخرجه الله من ولایته الی ولایة الشیطان فلا یقبله الشیطان

یعنی: "جو کسی مومن کی آبرو ریزی اور عیب جوئی کی خاطر کوئی بات کرے تاکہ اسے لوگوں کی نظروں سے گرادے تو خدا اسے اپنی ولایت سے نکال کر شیطان کی ولایت کی طرف دھکیل دیتا ہے لیکن شیطان بھی اسے قبول نہیں کرتا"۔

مومن پر تہمت لگانا:

تہمت یعنی کسی کے متعلق ایسی بات کہنا جو اس میں نہ ہو، اسلام نے اس سے سختی سے منع کیا ہے، اسے گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے اور اس پر جہنم کی سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من بھت مومنا او مومنة او قال فیه مالیس فیه اقامه الله عزوجل یوم القیامة علی تل من نار حتی یخرج مما قاله فیه

یعنی: "جو کسی مومن یا مومنہ پر بہتان تراشی کرے یا اس کے بارے میں ایسی بات کہے جو اس میں نہیں ہے تو قیامت کے دن خدا اسے آگ کے ٹیلے پر کھڑا کر دے گا، یہاں تک کہ اپنی کہی ہوئی بات سے دستبردار ہوجائے"۔

اسی بہتان کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

البھتان علی البری اثقل من الجبال الراسیات

یعنی: "کسی بے گناہ پر الزام تراشی مضبوط پہاڑوں سے بھی زیادہ سنگین ہے"۔

مومن کو گالی دینا:

مومن کی اہانت کرنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔ گالی گلوچ کے ذریعے ہو، مذاق اڑانے کی شکل میں ہو، برے القاب کی صورت میں ہو، بہرحال مومن کی اہانت جس شکل میں بھی ہو خدا اور اس کے رسولؐ نے اس

کی سخت مذمت کی ہے۔ قرآن کریم میں خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(سورة الحجرات:۱۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے۔ ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام لینا انتہائی نامناسب ہے اور جو توبہ نہیں کریں گے یقیناً وہی ظالم ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "سباب المومن فسق وقتاله كفر" یعنی مومن کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "لعن المومن كقتله و من قتل نفسه بشيء في الدنيا عذب به يوم القيامة" یعنی مومن پر لعنت اسے قتل کرنے کے مترادف ہے اور جو کسی کو دنیا میں جس شے سے قتل کرے گا قیامت کے دن اسی شے سے اسے عذاب دیا جائے گا۔

مومن کو کافر کہنا

مذکورہ بالا آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں مومن کا بہت بڑا مقام ہے۔ اسلام اس کی حرمت کا قائل ہے۔ کسی صورت میں اس کی اہانت برداشت نہیں کرتا۔ اس کی اہانت کرنے والے اور اسے تکلیف پہنچانے والے کی سخت مذمت کی ہے اور اسے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ خُصُوصاً جو کسی مُسلمان اور اہلِ ایمان کو کافر کہتا ہے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت الفاظ میں اس کی سرزنش کی ہے اور خود اس کے اسلام کو مشکوک قرار دیا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"ايما رجل مسلم اكفر رجل مسلما فان كان كافرا و الا كان هو الكافر"

یعنی: "جو بھی مُسلمان کسی مُسلمان کو کافر کہے گا اگر وہ کافر ہوا تو ٹھیک، وگرنہ کہنے والا کافر ہوگا"۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ايما امرای قال لاصيه يا كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والا رجعت عليه

یعنی: "جو بھی اپنے بھائی کو کافر کہہ کر مخاطب کرے گا تو ان دو میں سے ایک یقیناً کافر ہے۔ اگر وہ کافر ہے تو ٹھیک، وگرنہ کہنے والا کافر ہے"۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ملعون ملعون من رمى مومنا بكفر و من رمى مومنا بكفر فهو كقتله

یعنی: "ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو کافر کہتا ہے اور جو مومن کو کافر کہتا ہے وہ اسے قتل کرنے کے مترادف ہے"۔

انہی سخت تاکیدات اور توعیدات کی وجہ سے روز اول سے مُسلمان ائمہ اور فقہا نے کسی مُسلمان کو کافر کہنے

سے نہ صرف اجتناب کیا ہے بلکہ ایسے افراد سے بیزاری کا اظہار کیا ہے جو مسلمانوں کو کافر کہتے تھے۔ ذیل میں ہم بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

فقہاء وعلماء شیعہ:

① شیخ صدوق علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

الاسلام هو الاقرار بالشهادتين و هو الذی يحقن به الدماء و الاموال و من قال لا اله الا الله محمد رسول الله فقد حقن ماله و دمه

"اسلام شہادتین کے اقرار کا نام ہے۔ اسی سے جان اور اموال محفوظ ہوتے ہیں، جو لا الہ الا اللہ محمد ﷺ رسول اللہ کہہ دے تو اس کا مال اور جان محفوظ ہے"۔

یعنی جو اس کے مال یا جان کو نقصان پہنچائے گا وہ گنہگار ہے اور خداوند کریم اس بارے میں اس سے پوچھے گا۔ قیامت کے دن اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔

② محقق حلیؒ کہتے ہیں:

يكفی فی الاسلام الاقرار بالشهادتين

"شہادتین کا اِقرار کر لینا مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے"۔

اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں حرقہ قبیلے والوں کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا اور انھیں شکست دی۔ میں اور ایک انصاری شخص ایک آدمی سے بھڑ گئے۔ جب ہم نے اسے گھیر لیا تو وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگا۔ یہ سنتے ہی انصاری نے تو ہاتھ روک لیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ جنگ سے واپسی پر جب رسولِ خدا ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ! تو نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا: اس نے خوف کی وجہ سے کلمہ پڑھا تھا۔ لیکن آپ ﷺ وہی فرماتے رہے کہ تو نے اسے قتل کیوں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اتنا تکرار کیا کہ میں آرزو کرنے لگا کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا تاکہ یہ گناہ معاف ہو جاتا۔

فقہاء علماء اہلِ سُنّت

① ابوالحسن الاشعری کے مایہ ناز شاگرد زاہر بن احمد سرخی کہتے ہیں کہ جب ابوالحسن اشعری کا وقت وفات قریب آیا تو وہ بغداد میں میرے گھر پر تھے۔ مجھے بلا کر کہتے ہیں:

اشهد علی انی لا اكفر احدا من اهل هذه القبلة لان الكل يشيرون الی معبود واحد و انما هذا اختلاف العبارات

"گواہ رہنا میں اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتا۔ کیونکہ یہ تمام لوگ ایک ہی معبود کی طرف گامزن ہیں۔ فقط الفاظ میں اختلاف ہے"۔

② امام اعظم کا نظریہ

ملا علی قاری کہتے ہیں: "اما ابو حنیفہ مُعتقد ہیں کہ جب تک کوئی مُسلمان خدا کے حرام کردہ کو حلال نہیں کہتا چاہے جتنا بھی گناہگار ہو اسے کافر نہیں کہہ سکتے بلکہ اس پر درحقیقت مومن کا عنوان صادق آئے گا"۔

مزید لکھتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتے تھے اور یہی اکثر فقہاء کا نظریہ ہے"۔

اس لیے جن افراد نے بعض اہلِ قبلہ کی تکفیر کا

فتویٰ دیا ہے انھوں نے مشہور اور بڑے فقہا اور متکلمین کے نظریہ کی مخالفت کی ہے۔ بقول ان کے ایسا فتویٰ دینے والے نامعلوم فقہاء ہیں اور ان کے فتویٰ کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا فتویٰ حجّت نہیں ہے جبکہ تکفیر کا فتویٰ قطعی دلائل کے منافی ہے۔ مزید برآں مُسلمان کو کافر کہنے سے کئی ظاہری اور معنوی مفاسد جنم لیتے ہیں۔ لہٰذا بعض افراد کا یہ فتویٰ (تکفیر) قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

③ ابو جعفر طحاوی معیارِ تکفیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ہم اس وقت تک ہر اہلِ قبلہ کو مُسلمان اور مومن سمجھتے ہیں جب تک وہ ان چیزوں کی تصدیق کرتا ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے آئے ہیں"۔

اہلِ قبلہ سے مراد وہ افراد ہیں جو مُسلمان ہونے کا ادعا کرتے ہیں، کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اگرچہ گناہگار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ افراد اس وقت تک دائرۂ اسلام میں داخل ہیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی تکذیب نہیں کرتے۔

④ ابن ہمام حنفی (م ۸۶۱ھ) شرح الھدایہ میں لکھتے ہیں: "مُسلمان اور اہلِ قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں ہے جس طرح کہ حضرت ابو حنیفہ اور امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا بلکہ کسی کو کافر کہنا ہی حقیقت میں کلمہ کفر ہے"۔

⑤ ابو الحسن اشعری مقالات اسلامیین میں کہتے ہیں: "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مُسلمان کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوئے حتیٰ کہ ایک دوسرے کو گمراہ کہنے لگے اور ایک دوسرے سے بیزاری کرنے لگے اس طرح مُسلمان مختلف فرقوں میں بٹ گئے لیکن اس کے باوجود وہ سب پرچم اسلام کے تحت آتے ہیں۔

⑥ تفتازانی اپنی کتاب شرح المقاصد میں لکھتے ہیں: "اہلِ قبلہ میں جب تک کوئی ضروریاتِ دین مثلاً حدوث عالم اور محشر وغیرہ کا انکار نہ کرے وہ کافر نہیں ہے۔

ابن تیمیہ اور مسئلہ تکفیر:

ابن تیمیہ مُعتقد ہے کہ تکفیر یعنی کسی کو کافر قرار دینا کلی طور پر ایک شرعی مسئلہ ہے۔ لہٰذا کتاب اور سنت کی بنیاد پر اسے حل کرنا ہوگا۔ کافر وہ ہے جسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافر کہا ہے۔ یا وہ ان احکام کی تکذیب کرے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی طرف سے بیان کیا ہے۔ بنابریں وہ افراد جو ہوا و ہوس میں مبتلا ہیں اور ہمارے مخالف ہیں انھیں کافر کہنے سے اجتناب کیا جائے۔ اگرچہ وہ ہمیں کافر کہتے ہوں اور ہمارے خون کو مباح سمجھتے ہوں"۔

اس کے بعد ابن تیمیہ ان احادیث نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مُسلمان کے خون، مال اور آبرو کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً:

من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلك المسلم الذی له ذمة الله و ذمة رسوله

"جو ہماری طرح نماز پڑھتا ہے، ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ قرار دیتا ہو اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو، وہ مُسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ ہے"۔

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب المتفرقات

حدیث اُمِّ ایمنؓ وزیارتِ امام حسین علیہ السلام

تحریر: مولانا اقبال حسین مقصود پوری

حضرت سید الشہداء خامس آلِ عبا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بہت زیادہ فضائل اور اجروثواب نقل ہوئے ہیں۔ ایک مکمل کتاب بنام اصبار العین فی زیارة قبر الحسینؑ موجود ہے۔ کامل الزیارات اور آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں لکھی جانے والی کتب میں بھی زیارت کا ثواب مذکور ہے۔ اگر اسی تفصیل سے لکھا جائے تو ضخیم کتب وجود میں آجائیں۔ اس شرف کے حصول کے لیے صرف اپنا حصہ ملانے کی غرض سے حضرت رسولِ اکرم ﷺ سے مروی جناب ام ایمن کی ایک روایت نقل کرنے کا شرف حاصل کرنا مقصود ہے اور ان کی یہ روایت نقل کرنے سے پہلے جناب ام ایمن کے مختصر حالاتِ زندگی اجمالی طور پر ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس معظمہ خاتون کا خاندانِ عصمت وطہارت کی خصوصاً پنجتن پاک کی زندگی میں بہت زیادہ پُرخلوص کردار کا تذکرہ ملتا ہے اور خود حضرت رسول اکرم ﷺ نے ان کی بہت عظمت بیان فرمائی ہے۔

جناب ام ایمن کا اسم گرامی برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حسن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن جلال ہے۔

صحابیاتِ رسول اکرم ﷺ کے حالاتِ زندگی پر کتب تحریر کرنے والے اہلِ قلم کی تحریروں میں آپ کا نام نامی اسم گرامی بلند مقام پر فائز ہے۔ اور آپ کا تذکرہ نورانی انداز میں ملتا ہے۔

ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں ان کے بارے میں اس طرح تحریر کیا ہے: جناب ام ایمن حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی کنیز تھیں۔ اور ایک قول ہے کہ جناب آمنہ بنت وہب کی کنیز تھیں۔ یعنی حضرت رسول اکرم ﷺ کی والدہ گرامی کی کنیز تھیں۔ وہ میراث کے طور پر حضرت رسولِ خدا ﷺ کی ملکیت میں آئیں۔ آپ نے انھیں آزاد فرمادیا۔ حضرت آمنہ بنت وہب مادر گرامی حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آنحضورؐ کی کفالت و خدمت داری جناب ام ایمن نے فرمائی۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے "ام ایمن امی بعد امی" میری والدہ کے بعد ام ایمن میری ماں بن گئی تھیں۔

ابن سعد ہی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کا ایک غلام بنام زید بن حارثہ تھا۔ انھوں نے وہ غلام حضورؐ کی خدمت میں ہبہ کردیا تھا۔ آپؐ نے اسے بھی آزاد

کر دیا اور حضرت ام ایمن کی ان سے شادی کر دی۔ آپ سے جناب اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من سرہ ان یتزوج امراۃ من اهل الجنة فیتزوج ام ایمن فتزوجها زید ابن حارثه الکلبی" ترجمہ: اگر کسی کو پسند ہو کہ وہ بہشتی عورت سے شادی کرے تو حضرت ام ایمن سے شادی کر لے۔ پس حضرت زید بن حارثہ نے آپ سے شادی کی۔

حضرت ام ایمن خانوادہ رسالت وطہارت و عصمت کی خصوصی خدمت گزار تھیں۔ خصوصاً حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے ساتھ ان کے تمام مصائب و آلام میں شریک تھیں۔ وہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے فدک کی گواہ بھی تھیں، وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود لینے والی باعظمت مستور بھی ہیں۔ اسی سلسلہ کا ان کا ایک خواب بھی منقول ومشہور ہے۔ انہی کی اور جناب زینب سلام اللہ علیہا کی زبانی حضرت اماحسین علیہ السلام کی زیارت کے فضائل اور اجر و ثواب نقل کرتے ہیں۔

اگرچہ حضرت اماحسین علیہ السلام کی زیارت کے بہت زیادہ فضائل واجر وثواب نقل ہوئے ہیں۔ حتی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

و لو علم الناس مافی زیارة الحسین لسبقوا الیه و لو بسنك المهج

اگر لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ آگے بڑھیں چاہے گردنیں کٹوانا پڑیں۔

اسی مناسبت سے ہم ایک ایسی حدیث نقل کر رہے ہیں جس کے بارے حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

غزرہ الیك اما لو ضربت فی طلبه اباط الابل حولا لكان قلیلا

اس حدیث کو مضبوطی سے اپنے پاس محفوظ کر لو کیونکہ اگر آپ کو اس حدیث کو حاصل کرنے کے لیے ایک سال تک اونٹوں کو دوڑانا پڑے تو بھی کم ہے۔ اور اس حدیث کا فائدہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور وہ حدیث اس طرح ہے:

قدامہ بن زایدہ نقل کرتے ہیں کہ میرے والد زایدہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا، آپ نے فرمایا: اے زایدہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کبھی کبھی اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ بالکل اسی طرح ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ جبکہ آپ کو موجودہ حکومت میں ایک مقام حاصل ہے۔ اور آپ کے لیے ہمارے فضائل ومقام عظمت کے اظہار کی جرأت آپ کو میسر ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: بخدا قسم میں جب بھی امام حسینؑ کی زیارت کو جاتا ہوں میرا مقصد صرف رضائے خدا اور خوشنودی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے۔ اور مجھے یہ اندیشہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ میرے اس عمل سے کوئی ناراض ہوگا، اور اگر کسی کو میرا یہ عمل ناگوار بھی گزرے تو مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ اور اگر اس راستہ میں مجھے کوئی

پریشانی لاحق ہو تو اسے معمولی سمجھتا ہوں اور اہمیت نہیں دیتا ہوں۔ پس امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا معاملہ اسی طرح ہے؟ ہونا بھی ایسے ہی چاہیے۔

پھر میں نے تین بار کہا: مولا واللہ ان ذلک کذالک۔ بخدا قسم یہ بات اسی طرح ہے۔ میں دل سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تو آپؑ نے مجھے تین بار فرمایا: تجھے خوشخبری دیتا ہوں تجھے بشارت ہو تو سنو! میں تھیں ایک ایسی بات بتاؤں جو میرے پاس قیمتی خزانہ ہے اور چھپا ہوا گوہر ہے اور وہ بات یہ ہے:

جب ہم پر کربلا میں مظالم کے کوہ گراں توڑے گئے اور ہمارے اوپر جو عظیم مصیبت آئی اور میرے بابا بزرگوار اپنے خویش اقرباء یار و انصار فرزندان و برادران کے ہمراہ شہید ہوگئے اور ہمارے حرم کی مخدرات مستورات کو اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ کیا گیا اور میں نے اپنے مقتولین کے لاشے زمین پر بے گور و کفن بکھرے ہوئے دیکھے اور ان کو بغیر دفن دیکھا تو مجھے یہ منظر انتہائی ناگوار گزرا۔ اور مجھے سخت دکھ ہوا۔ صورت حال اتنی سنگین ہوگئی کہ مجھے ایسے محسوس ہوا کہ میرے جسم اطہر سے میری روح نکلنے والی ہوئی ہے۔ ادھر سے حضرت علی بن ابی طالب کی دختر بزرگوار اور میری پھوپھی جان حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے جب میرے اس حزن و ملال کی حالت کا مشاہدہ فرمایا تو فوراً فرمایا: مالی اراک تجود بنفسک یا بقیۃ جدی وابی و اخوانی؟ اے میرے نانا اور بابا کی یادگار اے میرے بھائیوں کی نشانی! آپ کو کیا ہو رہا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ جان بلب ہیں، میں نے جواب دیا: پھوپھی جان! کس طرح بے تابی نہ ہو اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ گھبراہٹ نہ ہو، میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ میرے شہداء چچاؤں اور چچا زاد بھائیوں اور عزیز و اقارب کے لاشے زمین پر پڑے ہیں اور خاک و خون میں غلطاں ہیں، اس جنگل میں بے کس بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کا لباس لوٹ لیا گیا ہے، نہ انھیں کسی نے کفن دیا ہے اور نہ ہی دفن کیا گیا ہے۔ کوئی بھی اس دشت میں ان کی تدفین کے لیے نہیں آرہا ہے اور کسی مرد کو یہ خیال نہیں کہ ان کے لاشوں پر آئے، ایسے تو دیلم اور خزر کے لاشے بھی نہیں ہوتے۔

میری معظمہ پھوپھی نے مجھے جواب میں فرمایا: آپ مت گھبرائیں، اور اتنا دکھی نہ ہوں، میری معلومات میں میرے نانا کا عہد موجود ہے، جو انھوں نے آپ کے دادا بزرگوار اور آپ کا بابا و چچا سے بیان فرمایا تھا، اور وہ یہ کہ خداوند متعال نے ایک قوم سے یہ وعدہ لیا ہوا ہے، وہ ایسی قوم ہے کہ جنھیں اس زمین کے فرعون نہیں پہچانتے۔ اور آسمان کے ملائکہ انھیں جانتے ہیں، وہ قوم ہمارے جانے کے بعد جب یہ میدان خالی ہو جائے گا تو آجائیں گے اور ان بکھرے ہوئے لاشوں کو جمع کریں گے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے اعضاء کو جمع کریں گے اور ان خاک و خون میں غرق لاشوں کو سپرد خاک کر کے ان کی قبریں بنائیں گے اور اس کربلا کے جنگل میں آپ کے بابا بزرگوار سید الشہداء کی پاکیزہ قبر بنائیں گے اور اس پر علم لہرائیں گے اور ایسی نشانی

بنائیں گے جو کبھی کوئی مٹا نہیں سکے گا اور اس نگری کے آثار کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور جتنا بھی زمانہ گزرے، یہ آثار کبھی بھی ناپید نہیں ہوں گے۔ کفر و نفاق کے پیشوا و سربراہ اور گمراہی کے پیروکار اس کو مٹانے کی سرتوڑ کوششیں کریں گے لیکن مٹانے میں کامیاب نہیں ہوں گے، وہ جس قدر مٹانے کی کوشش کریں گے یہ آثار اس سے کہیں زیادہ نمایاں اور واضح و ظاہر ہوں گے اور یہ یادگار بلندی کی منازل کو چھوتی چلی جائے گی۔

میں نے پوچھا پھوپھی جان! وہ عہد جو خداوند متعال نے لیا اور ہمارے جد بزگوار رسول اکرم نے میرے دادا اور بابا و چچا سے بیان فرمایا، کیا تھا؟

پھوپھی جان نے فرمایا: مجھے جناب ام ایمن نے یہ حدیث اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ایک دن حضرت رسول خدا حضرت فاطمہ زہراء کے گھر تشریف لائے حضرت زہراء نے آپ کے کھانے کے لے ی حریرہ (ایک قسم کا کھانا) تیار فرمایا ہوا تھا، اور حضرت علی علیہ السلام ایک کھجوروں کا تھال لائے تھے اور ام ایمن نے فرمایا کہ میں بھی ایک برتن میں دودھ اور مکھن لائی تھی پس پنج تن پاک سلام اللہ علیہم نے حریرہ اور دودھ اور خرما تناول فرمایا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے آفتابہ کے ذریعہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر پانی ڈالا۔ آپ نے اپنے دست مبارک دھوئے اور پھر حضرت علی و زہراء و حسنین شریفین علیہم السلام کی طرف دیکھا، اور خوشحالی اظہار فرمایا۔ اس قدر خیر مندی کا اظہار فرمایا کہ خوشی کے آثار آپؐ کے چہرہ مبارک سے نمایاں تھے۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا فرمائی اور پھر سجدے میں چلے گئے اور سجدے ہی میں رونے لگے، اس قدر گریہ فرمایا کہ آپ کی صدائے گریہ سنائی دے رہی تھی، اور آپ کے آنسوؤں کا پانی جاری ہوگیا۔ اور آپ کافی لمبے وقت تک اسی حالت میں گریہ فرماتے رہے۔ اور جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو آپ کے آنسو بارش کے قطروں کی طرح جاری تھے۔

ام ایمن نے بتایا کہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت زہراء اور حضرت علی و حسنین شریفین علیہم السلام بھی غمزدہ ہوگئے اور میرا دل بھی دکھی ہوگیا۔ اور اسی حالت میں کافی وقت گزر گیا۔ آخر کار حضرت علی و حضرت زہراء علیہما السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گریہ کا سبب پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے جب آپ سب کو خوشحال دیکھا تو بہت مسرور ہوا۔ اور اس سے قبل ایسی خوشی مجھے یاد نہیں ہے۔ میں آپ سب کو دیکھ کر اپنے رب ذوالجلال کی نعمتوں پر شکر کر رہا تھا کہ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا: خداوند متعال نے آپ کو خوشحال و مسرور پایا اور آپ کی اس نعمت کو حد کمال بخشا۔ اور آپ کے ان اہلِ بیتؑ اور ان کے شیعہ کو بہشت میں اکٹھا مقام عنایت فرمایا اور بہشت میں آپ کے اور ان کے درمیان کوئی جدائی نہیں ہوگی۔ اور پھر جبرئیل نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے بھائی علی کو آپ کے بعد مشکلات و مظالم کا سامنا ہوگا اور آپ کی

امت کے لوگ ان کی مخالفت کریں گے اور آپ کے دشمنان ان کو تکالیف دیں گے، اور وہ آپ کے بعد مقتول وشہید ہوں گے ۔ اور حسین علیہ السلام کو ان کے خانوادہ اور اولاد وازواج کے ہمراہ اور آپ کی امت کے خاص نیک سیرت افراد کے ہمراہ دریائے فرات کے کنارے ایک ایسی سرزمین پر جس کا نام کربلا ہے، شہید کردیں گے اور زمین کے اس ٹکڑے کی پاکیزگی و بزرگی اور حرمت قابلِ احترام ہوگی اور زمین کا یہ ٹکڑا بہشت کا ٹکڑا ہوگا ۔ اور خداوند متعال تیری امت کی ایک ایسی جماعت کو جن کو اہلِ کفر نہیں جانتے ہوں گے اور جن کی اس خون ناحق کے بہانے میں قول فعل اور نیت تک بھی کوئی شمولیت نہیں ہوگی اس پاکیزہ خطہ کی طرف چلائے گا، وہ آکر ان پاکیزہ اجسام کو دفن کریں گے اور اس سرزمین پر حضرت سید الشہداء کی مزار مقدس کے لیے علامت ونشانی قرار دیں گے اور یہ جگہ اہلِ ایمان کے لیے نجات کا سبب ہوگی اور ہر آسمان سے لاکھ لاکھ ملائکہ نازل ہوں گے جو آپ کی مزار مبارک کے اردگرد احاطہ کرلیا کریں گے ۔ اور آپ پر درود وسلام بھیجیں گے اور ہمیشہ تسبیح پروردگار میں مشغول رہیں گے اور آپ کے زائرین کے لیے بخشش کی دعا کریں گے، اور آنے والے زائرین کے نام اپنے پاس لکھ لیا کریں گے اور عرش خداوندی کے حسن وجمال کی نشانیاں ان کی پیشانیوں پر سجایا کریں گے اور نور عرش الٰہی سے لکھ دیں گے کہ یہ سید الانبیاء کے فرزند سید الشہداء کے زائرین سے ہیں اور قیامت کے دن انہی نورانی نشانیوں سے زائرین کے چہروں سے نور بلند ہوگا کہ جن کی روشنی اس قدر تیز ہوگی کہ عام آنکھیں اسے دیکھ نہ پائیں گی اور اس نور کے سبب ان کی لوگوں کو پہچان ہوگی اور زائرین کی علامت ہوگا ۔ اور اے محمد مصطفیٰ! گویا کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ میرے اور میکائیل کے درمیان میدانِ محشر میں کھڑے ہوں گے اور حضرت علی علیہ السلام ہمارے سامنے کھڑے ہوں گے اور ملائکہ کی اتنی کثیر تعداد کہ جن کی حد وحساب نہ ہوگا، انہی زائرین کو کہ جن کے چہروں پر حسن وجمال ہوگا میدانِ محشر سے جمع کرکے لے آئیں گے اور خداوند متعال کا حکم بھی ہوگا اور اس کی ان زائرین پر عنایت بھی ہوگی اور یہ سب اجر وعنایات ایسے لوگوں کے لیے ہیں کہ جو آپ کی اور آپ کے بھائی علی علیہ السلام اور ان کے دو فرزندان کی صرف اس مقصد کے لیے زیارت کریں گے کہ ان کی غرض اس زیارت سے رضا خداوندی کا حصول اور تقرب ہوگا اور کچھ ایسے لوگ کہ جو غضب پروردگار اور اس کی لعنت کے مستحق ہوں گے وہ اس قبر مطہر کے آثار مٹانے کی کوشش کریں گے لیکن انھیں اس میں کبھی بھی کامیابی نصیب نہ ہوگی ۔

اور پھر یہ ساری باتیں بیان فرمانے کے بعد حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہما سے فرمایا: میں نے اسی داستانِ غم کی وجہ سے گریہ کیا اور اسی یاد کی وجہ سے رنجیدہ ہوا ہوں ۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب ابن ملجم نے میرے بابا بزرگوار کو ضرب لگائی اور آپ کا

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب المتفرقات

اسلام کا مقصدِ حکمرانی و نظریۂ جہانبانی قسط:۲

از عالیجناب صدر المحققین مولانا السید محمد رضی قبلہ زنگی پوری اعلیٰ اللہ مقامہ

اس نظامِ حکومت کو پیش کرنے کے لیے پوری کتاب درکار ہے۔ اس مختصر مضمون میں تصویر کے صرف عام خدوخال ہی کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (سورۃ الحج:۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ان کو ہم روئے زمین پر قبضہ و تسلّط دیدیں تو (ان کا کام یہی ہوگا کہ) پابندی سے نمازیں ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، اچھے اچھے کاموں کا (دنیا کو) حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے''۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ (سورۃ محمد:۲۲ و ۲۳)

''کیا تمھاری بابت یہ بات امید سے قریب تر نہیں کہ اگر تمھیں (دنیا کی) حکومت مل جائے تو تم روئے زمین پر فساد برپا کرو گے۔ آپس کے رشتے ناتے کاٹنے لگو گے''۔

یہ آیۂ مبارکہ اپنے مختصر ترین الفاظ میں اس بات کو ظاہر کردینے کے لیے کافی ہے کہ اسلام کے نزدیک حکومت وسلطنت کی غرض وغایت زمین کو ہر قسم کے فساد سے بچانا اور انسانیت کے عام برادرانہ تعلقات پیدا کرنا ہے۔ اس کا بنیادی نصب العین یہ ہے کہ دنیا فساد سے پاک اور خوبیوں سے معمور ہو۔ بنی نوعِ انسان کے درمیان برادری وصلہ رحمی کے رشتے ناتے قائم ہوں، غیریت ومنافرت ختم ہوجانے پر انسان دوسرے انسان کو اپنا بھائی عزیز ورشتہ دار سمجھے اور ساری دنیا ہمدردانہ تعلقات کی بنا پر ایک خاندان اور ایک کنبہ بن جائے۔

اسلام کا مقصد اعلیٰ حریت و آزادی کی نعمت عطا کرنا ہے

آج دنیا کے ہر گوشے میں آزادی کی تڑپ ہر دل میں پائی جاتی ہے۔ حریت و آزادی کے لیے ہر نفس بیتاب ہے۔ محکوم افراد واقوام غلامی کے بندھنوں سے خلاصی پانے کے لیے بیقرار ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی طاقتور اقوام کا رجحان سیاست اسی طرف ہے کہ غلام ومحکوم قوموں کو کم سے کم ظاہری آزادی ہی کا پروانہ دیدیا جائے۔ مگر سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ انقلاب مزاج و استحالہ طبیعت کیا اخلاقی و رُوحانی انقلاب کا نتیجہ ہے۔ کیا وہ جبابرہ عالم جو ابھی کل تک شاہنشاہی مزاج رکھتے تھے

اقوامِ دنیا کے لیے سیاسی و اقتصادی غلامی کی نئی نئی بندشیں اور نرالے پھندے ایجاد کیا کرتے تھے، دفعۃً اندرونی انقلاب ناگہانی کی بدولت روحانیت کے پرستار اور اخلاقی قدروں کے علمبردار بن گئے ہیں؟

بے شبہ فرعونی و نمرودی طبائع کا یہ استحالہ و انقلاب ایک معجزہ سے کم نہیں۔ مگر یہ معجزہ نفسانی اصلاحات اور روحانی تغیّرات کا نتیجہ نہیں ہوا، بلکہ "الدھر افصح المودبین" زمانے کی فصیح ترین مگر خاموش زبان ادب آموز ہوا کرتی ہے اور انقلاب دہر کے زبردست ہاتھ بے ادبوں کی اصلاح طبیعت کیا ہی کرتے ہیں۔ آج دنیا کی کل سیاست وتدبیر کی حریت پروری انقلاب مزاج دولت و حکومت کا ثمرہ نہیں بلکہ ضرورت زمانہ کا نتیجہ ہے۔ قدرتی حالات و واقعات نے محور سیاست بدل دینے پر مجبور کر دیا ہے۔ دماغوں میں فرعونی تصورات کی پرورش کرنے والے آج تغیّر مزاج زمانہ کے دباؤ سے دعوے خدائی چھوڑنے اور حریت پرور بننے پر مجبور ہیں۔ ان کی بزم دولت وثروت میں آزادی خلائق وحریت عوم کے چرچے زمانہ کی پیدا کردہ ناچاریوں کے ممنون احسان ہیں لیکن نمائش آزادی و حریت اور مظاہرہ مساوات و جمہوریت کے اس دور میں بھی دنیا کسی تاجدار و فرمان روا کی ایسی مثال نہیں لا سکتی جس نے اخلاقی، روحانی، طبعی بنیادوں پر حریت کو بنی نوع انسان کا مسلم الثبوت حق بتایا ہو، حریت طلبی کا پرچار کیسا ہو، آزادی کو آدمی کا فطری اور خداداد حق بتا کر اسے حاصل کرنے کا وعظ کہا ہو۔ یہ فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کی حریت و آزادی کا اپنے نظام حکومت کی اساس قرار دیا اور سلطنت اسلام کے دستور اساسی کی نیو ڈالنے والوں نے اس کا اعلان عام کر دیا کہ نوع انسانی کو غلامانہ ذہنیت اور بندگانہ محکومیت کی ذلتوں سے نجات دلانا حکومت اسلام کا اصلی نصب العین ہے۔ مندرجہ ذیل شواہد میرے اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

(سورۃ آلِ عمران: ۶۴)

"(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! تم ایسی باتوں پر تو آجاؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں مشترک ہیں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں اور خدا کی سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے"۔

اس آیہ مبارکہ کا حقیقی مقصد انسانی دماغوں کو بندگی کے تصورات اور غلامی کی ذہنیتوں سے پاک رکھنا ہے۔ جب انسان کا ذوق طبعی فطرت کے بگاڑ کی وجہ سے نعمت حریت کی لذتوں اور مسرتوں سے بے بہرہ ہو کر غلامانہ احساسات کی طرف جھکتا ہے تو اس سے دوسرے انسان کو اپنا "رب" بنانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ رب انسانی کا تصور دراصل غلامانہ احساسات ہی کی پیداوار ہوتا ہے۔ اسلام کے دستور اساسی کا مقصد حریت و انسانیت کی مشترکہ بنیادوں پر ذہنیتوں کی تعمیر کرتا ہے اور اس احساسِ کمتری و غلامی کو ختم کر دیتا ہے جس سے آدمی کی طبیعت اپنے لیے

رب انسانی بنانے کا ذوق پیدا کرتی ہے۔

(۲) کتب احادیث میں بنوامیہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی مروی ہے۔

اتخذوا عباد الله خولا و مال الله دخلا

"یہ لوگ بندگانِ خدا کو غلام اور خدا کے مال کو اپنی ذاتی دولت بنالیں گے"۔

یہ حدیث نبوی اس حقیقت کو بے نقاب کرتی ہے کہ بذریعہ قانونِ اسلام وجود میں آنے والی حکومت و ریاست کا نصب العین ملوکیت و استعمار پسندی کی خصوصیات سے جداگانہ ہے۔ سرمایہ دولت کو سمیٹنا اور سمیٹ کر ذاتی ملکیت بنالینا اور ایک طبقے کے اندر محدود کر دینا اور خدا کے بندوں کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لینا یہ سب باتیں اسلام کے نزدیک قابل نفرت و مذمت ہیں۔

حضرت امیرؑ کا حریت پرور فرمان

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے:

لا تکن عبد غیرک و قد جعلک الله حرا

تم کسی کے غلام نہ بنو، جب کہ تمھیں خدا نے آزاد بنایا ہے۔

اس طرح کے حریت پرور فرمان کی دوسری مثال کسی دنیوی حکومت کے مقتدر نمائندے کی طرف سے کبھی دنیا کے سامنے نہیں آئی۔

آزادی کو انسان کا پیدائشی اور خداداد حق بتانا اور غلامی و بندگی سے نجات و خلاص حاصل کرنے کی سراسر ہمدردی و اخلاص میں ڈوبی ہوئی وصیت فرمانا صرف حکومت اسلام کی حقیقی فرمانروا کی عدیم النظیر خصوصیت ہے۔ تاریخ عالم اس کی دوسری مثال پیش نہیں کرسکتی۔

ایک ضروری گزارش

یہاں چند لفظوں میں اس بات کا تذکرہ بھی مناسب نظر آتا ہے کہ قرآن مجید میں رسول اور اولی الامر کی اطاعت و اتباع کا جو حکم مذکور ہے اس سے غلامانہ اطاعت مقصود نہیں بلکہ آزاد و خود مختار انسان کی حیثیت سے برضا و رغبت فرمان پذیری و پیروی مراد ہے۔ رسول اللہ نہ "رب" بنتے اور نہ کسی کو بندہ مربوب کی حیثیت میں لانا چاہتے، بلکہ عصمت ان کو ذاتی اغراض سے پاک رکھتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے لیے کسی سے کچھ نہیں چاہتے، وہ خلق خدا کی مصلحانہ خدمت کے سوا کسی غرض نفسانی کو پیشِ نظر نہیں رکھتے۔

اسلام کی نظر میں راعی و رعایا کے حقوق و فرائض

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے رعایا کے حقوق بحیثیت امام کے اپنی ذات مقدس پر اور اپنے حقوق رعایا پر نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمائے ہیں، ان پر نظر کرنے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اسلام نے راعی و رعایا کے جو حقوق و فرائض معین کیے ہیں ان کی نوعیت کیا ہے اور وہ کس قسم کے ہیں؟

ایھا الناس ان لی علیکم حقا و لکم علی حق فاما حقکم علیّ فالنصیحة لکم و توفیر فیئکم علیکم و تعلیمکم کیلا تجھلوا و تادیبکم کیما تعلموا و اما حقی علیکم فالوفاء بالبیعة و النصیحة فی المشھد و المغیب و الاجابة حین ادعوکم و الطاعة حین امرکم (نھج البلاغة)

"تمھارے حق مجھ پر یہ ہیں کہ میں تمھارا سچا مخلص خیر خواہ رہوں، تمھارے لیے مالی توفیر (اور آمدنی بڑھانے) کے ذرائع پیدا کروں اور تمھیں تعلیم دوں تاکہ جاہل نہ رہو اور درس ادب دوں تاکہ دولت علم تمھیں حاصل ہو اور میرا حق تم پر یہ ہے کہ اپنے عہد بیعت کو وفا کرو، حاضر و غائب ہر حال میں با اخلاص رہو، جب میں کسی امر کی طرف بلاؤں تو لبیک کہو اور جب کوئی حکم دوں تو بجالاؤ"۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف سے مقصد حکومت کا اعلان مختلف مواقع میں ہوتا رہا ہے۔ اس کی دو مثالیں یہ ہیں:

الذلیل عندی عزیز حتی اخذ الحق له و القوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منه

"ذلیل میرے نزدیک باعزت ہوگا اس کا حق (غاصب وظالم سے) لے کر رہوں گا، اور قوی میری نگاہ میں کمزور ہوگا تاکہ میں اس سے (ضعیف مظلوم کا) حق لے لوں"۔

الله لو اعطیت الاقالیم السبعة بما تحت افلاکها علی ان اعصی الله فی نملة اسلبها جلب شعیر ما فعلت و ان دنیاکم عندی لاھون من ورقة فی فم جرادة تقضمها (نہج البلاغة)

"اگر مجھے ساتوں اقلیمیں ان تمام چیزوں سمیت جو ان کے آسمانوں کے نیچے ہیں دے دی جائیں اس بات کے بدلہ میں کہ میں خدا کا نافرمان بن کر کسی چیونٹی سے جو کی ایک بھوسی چھین لوں تو میں یہ کام کبھی کرنے والا نہیں۔ بیشک تمھاری یہ دنیا میرے نزدیک گھاس کے اس پتے سے بھی زیادہ بے وقعت ہے جسے ٹڈی اپنے منھ میں لیے چبا رہی ہو"۔

نظام جمہوریت کا پرچار کرنے والوں کی طرف سے اکثر یہ خیال ظاہر ہوتا رہتا ہے کہ جاہ و منصب اور عہدۂ حکومت کا مقصد حکمرانی نہیں بلکہ خدمت عوام ہے۔ یہ خیال ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر پیغمبر اسلام کی طرف سے بالاعلان ظاہر کیا گیا تھا۔ ارشاد ہے:

ان الله لیسئل العبد فی جاهه کما یسئل فی ماله فیقول یا عبدی رزقتك جاهًا فهل اعنتِ به مظلوما او اغثت به ملهوفا (مستدرك الوسائل)

"خداوند عالم کی طرف سے اس کے جاہ و منصب کی بابت بھی اسی طرح بازپرس ہوگی جس طرح اس کے مال و دولت کے متعلق ہوگی، وہ فرمائے گا اے میرے بندے میں نے تجھے جاہ و منصب دیا تو پھر تو نے اس کے ذریعہ سے کسی مظلوم کی مدد کی اور کسی ستم رسیدہ کی فریاد رسی کی۔

نظام سیاست اسلام کے اصولِ کلیہ

ابو مالک راوی ہے:

قلت لعلی بن الحسین علیهما السلام اخبرنی بجمیع شرائع الدین، قال قول الحق و الحکم بالعدل و الوفاء بالعهد

میں نے حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے عرض کی کہ مجھے بتائیے کہ دین کے جامع اصول کیا ہیں؟ تو فرمایا حق بات کہنا، عدل و انصاف سے فیصلہ کرنا اور عہد و پیمان کو پورا کرنا۔ (مُستدرک)

(منقول از رسالہ "البرہان" لاہور نوروز نمبر یکم مارچ ۱۹۵۰)

☆

باب المتفرقات

سندھ میں اسلام کا آغاز

منقول از رسالہ ''البرہان'' لاہور نوروز نمبر یکم مارچ ۱۹۵۰

یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ سندھ کو جناب امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ سے جو تعلق ہے وہ ایک مہتدی و ہادی رعایا و راعی مفتوح و فاتح کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ زمانہ کے انقلابات تعصب آمیز کشمکش اختلافی نظریات نے اس حیثیت کو دھندلا کر دیا ہے۔ لیکن اگر تاریخ کا تجزیہ کیا جائے، کتب سیر کی ورق گردانی کی جائے تو حقیقت بے نقاب ہوکر نگاہ کے سامنے آسکتی ہے۔ اور ایک مبصر اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ سندھ میں اسلام کی ابتدا جناب امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ ہی کے زمانہ خلافت ظاہری میں ہوئی ہے اور اسلام اپنے حقیقی نقش و نگار کے ساتھ سندھ میں پھیلا ہے اور یہ مبارک خطہ آج سے تیرہ سو تیس برس پیشتر یعنی ۳۹ھ میں حلقہ بگوشِ عقیدت محمدؐ و علیؑ ہوکر پاکستانی لباس پہن چکا تھا۔ اب ہم ذیل میں چند اقتباسات اس حقیقت کی تائید میں سپردِ قرطاس کرتے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کا سندھ کو یاد کرنا

واقعہ ہائلہ کربلا دنیائے اسلام میں محتاجِ تعارف نہیں ہے اور یہ بھی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اسلام رسول اللہ کا پیارا اسلام جب رجب ۶۰ھ کو ایک ایسے مُہلک مرض میں گرفتار تھا کہ نظام نبض مُتغیّر اور موت کا پسینہ نمودار ہو چکا تھا، اسلام ایسے نازک وقت میں ایسے معالج روحانی کا مُنتظر تھا کہ جو اپنے وقت کا سب سے بڑا نباض علم و حکمت ہو۔ جس کی رگوں میں باقی اسلام کا خون ہو، جس نے رسولِ اسلام سے اخلاق، سیدۃ النساء العالمینؑ سے عفت و پاکیزگی، علیؑ شیر خدا سے شجاعت حاصل کی ہو اور اپنے برادر عالی قدر حسن مجتبیٰؑ سے اسوہ حسنہ لیا ہو، جس کی نگاہ علمی میں وہی اسلام ہو کہ جو بصورت قرآن رسولِ عربیؐ پر نازل ہوا تھا، جس کو رسول اللہؐ نے عملی لباس کی صورت میں پیش کیا تھا، جس کی ذوالفقار حیدری نے حفاظت کی اور جسے اسد اللہؑ نے غالب بنایا تھا۔

اب وہی اسلام یزید لعین بن معاویہ ایسے فاسق و فاجر کے ہاتھو پائمال ہو رہا تھا، اور وہ شجر اسلام کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سینچا تھا کفرو نفاق کی تیز و تند آندھیوں سے پژمردہ ہو رہا تھا، اور اسلام کے حقیقی نقش و نگار ہٹا کر اس کو بیعت کی صورت میں حسینؑ فرزند رسولؐ کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا۔ یہ وہ سوالِ بیعت تھا کہ جس پر اقرار کرنا فناء اسلام کا مترادف

تھا۔ وہ وقت بھی نہ تھا کہ اس سوالِ بیعت پر خموشی اختیار کر لی جاتی۔ امام حسینؑ نے ببانگ دہل انکار کر دیا اور وہ بھی ان الفاظ میں کہ میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ بیعت فاسق و فاجر پر لبیک کہوں۔ امام حسینؑ کی زبان صداقت و حقانیت کا نکلا ہوا فقط اِنکار اِقرار اسلام ہے۔ آخر کار فرزند رسولؐ ترک وطن پر تیار ہو گئے اور مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر عراق کا رُخ کیا۔ یہ حسینی قافلہ منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا جا رہا تھا کہ جب منزل ثعلبیہ سے آگے بڑھے تو یزید پلید کی طرف سے حر ایک فوجی دستہ کے ہمراہ سد راہ ہوا اور امام علیہ السلام نے اس موقعہ پر فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو میرا عراق جانا پسند نہیں ہے تو مجھ کو سندھ کی طرف نکل جانے دو۔ ایسے نازک وقت میں سندھ کو یاد کرنا کچھ معنی رکھتا ہے۔ اگر اسلامی تعلق نہ ہوتا تو حسینؑ ہرگز یاد نہ فرماتے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی سرزمین سندھ پر اسلام پھیل چکا تھا۔

چنانچہ اس کی تائید معارف ابن قتیبہ صفحہ ۹۵ مطبوعہ مصر ۱۹۳۴ء سے بھی ہوتی ہے۔ واما زید بن علی بن حسین فکان یکنی ابا الحسن وامہ سندیہ۔ کہ زید بن علی بن الحسین کی والدہ ماجدہ سندیہ تھیں۔ اور بعض کتب اسلامی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ دایہ جس نے بیمارِ کربلا کی پرورش کی وہ سندیہ تھی۔

مملکت سندھ میں اسلامی دور

۳۸ھ میں جناب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ نے ثاغر بن دعور کو بطور سفیر اسلام سرحداتِ سندھ کی طرف روانہ کیا، اور اوائل ۳۹ھ میں سندھ کو فتح کیا اور اکثر و بیشتر بتوسل حارث بن مرہ دست علیؑ بن ابی طالبؑ پر ایمان لائے اور پہلی اسلامی سلطنت قائم کی گئی۔ چنانچہ تاریخ سندھ مصنفہ ابو ظفر ندوی دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء اور تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ مصر واقعات ۳۹ھ سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ ہی کی خلافت ظاہری میں سندھ زیر فرمان اسلام ہو چکا تھا۔ اب ہم ناظرین کی دلچسپی کے لیے مذکور الصدر کتابوں کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں:

(الف) تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ مصر واقعات ۳۹ھ:

"وفیہا توجہ الحارث بن مرہ العبدی الی بلاد السند غازیا متطوعا بامر امیر المومنین علیؑ فغنم واصاب غنائم و سبی کثیرا وقسم فی یوم واحد الف راس وبقی غازیا"۔

"یعنی اس سن میں حارث بن مرہ عبدی جناب امیر المومنین علیؑ کے فرمان کے بموجب بلادِ سندھ کی طرف متوجہ ہوئے اور سندھ کو فتح کر کے مشرف باسلام کیا"۔

(ب) تاریخ سندھ مصنفہ ابو ظفر ندوی دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء:

۳۸ھ میں ثاغر بن دعور کو سرحدی حملہ کے لیے روانہ کیا گیا۔ (چچ نامہ قلمی صفحہ ۳۴) یہ ایک بڑی فوج لے کر جس میں حارث بن مرہ جیسے تجربہ کار لوگ بھی تھے، تمام ساز و سامان کے ساتھ وہاں پہنچے اور تمام سرحدی علاقہ اور مقامات فتح کرتے ہوئے کوہستان قیقان کے پاس جب آگے تو بڑا سخت معرکہ پیش آیا۔ (قیقان کیکان

سندھ کا وہ حصہ ہے کہ جو خراسان سے ملتا ہے اور آج اس کو قلات کہتے ہیں۔ بلاذری صفحہ ۴۳۲) کیونکہ بیس ہزار قیقانی تمام دروں کی ناکہ بندی کیے ہوئے پڑے تھے۔ یہاں اگرچہ سخت لڑائی ہوئی مگر ایک دلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ مُسلمانوں نے بوقت جنگ نعرہ تکبیر اللہ اکبر ایک مرتبہ اس زور سے بلند کیا کہ اس کی ہیبت سے لوگ کانپ اٹھے۔ اور قیقانی خودبخود مُنتشر ہو گئے۔ مُسلمانوں نے جنگی قیدی کثیر تعداد میں گرفتار کیے۔ جن کی تعداد ہزاروں بتائی جاتی ہے۔ (ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۳۴۱)

کچھ دنوں آرام سے بیٹھنے پائے تھے کہ پھر بغاوت شروع ہوگئی۔ جاریہ ابن قدامہ کے مشورہ سے حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے زیاد کو یہاں کا حاکم بنایا جس نے ۳۹ھ میں خراسان پنج گران ممالک کا بہترین انتظام کیا۔

قبیلہ شنسب فرمانروائے سندھ کا قبول اسلام

جب اوائل ۳۹ھ میں حارث بن مرہ کی سرکردگی میں علاقہ سندھ فتح ہو چکا تو اسلامی تبلیغ کا دور دورہ شروع ہوا، سندھ والوں میں سب سے پہلے قبیلہ شنسب نے اسلام قبول کیا اور اسی خاندان کے چند افراد بغرض زیارت حضرت امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کوفہ حاضر ہوئے اور دست حق پرست امیرالمومنین پر مشرف باسلام ہو کر دائرہ ایمان میں داخل ہوئے۔ چنانچہ اس کی تائید میں تاریخ فرشتہ صفحہ ۵۴ طبع نولکشور لکھنو مقالہ دوم ذکر بنا کے دہلی و احوال ملوک غور سے اصل عبارت نقل کی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آل شنسب دست علیؑ پر مشرف باسلام ہوئے ہیں۔

و ذریت ضحاک دراں ولایت یکے بعد از دیگرے بزرگ قبیلہ می شد۔ تا بوقت اسلام نوبت بہ شنسب رشید و او در زمان امیرالمومنین اسد اللہ الغالب علیؑ بن ابی طالبؑ علیہ السلام بود بردست آنحضرت ایمان آوردہ منشور حکومت خود بحفظ مبارک شاہ ولایت پناہ یافت۔ و نسبش را بدیں موجب ذکر کردہ اند۔ شنسب بن حریق بن نہیق بن عیسی بن وزن بن بہرام بن جحش ؒ لا جرم آن طبقہ بشنسبی منسوب اند و اولاد شنسبی در زمان بنی امیہ در جمیع ممالک اسلام بر سر منابر با اہلِ بیت ناسزا گفتندے۔ مگر در غور کہ اہلِ غور مرتکب آں امر شنیع نہ شدند اولاد شنسبی در وقت خروج ابومسلم مروزی بمددے رفت و در قتل اعدائے اہلِ بیت تقصیرے نہ کرد۔

رسم تخت نشینی شاہانِ سندھ

جب آلِ شنسب کے چند افراد بغرض زیارت حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کوفہ پہنچے اور دست آنحضرتؐ پر مشرف باسلام ہو کر ایمان لائے تو آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو عہد لکھ کر دیا، اور علم بنا کر دیا، اور تخت نشینی کے وقت ہر ایک بادشاہ اس عہد کو پڑھتا تھا اور علم اسلام کی زیارت کر کے تخت شاہی پر قدم رکھتا تھا۔ چنانچہ طبقات ناصری صفحہ ۲۹ مصنفہ ابو عمر منہاج الدین عثمان بن

معراج الدین جوزجانی طبع کلکتہ ۱۸۶۴ء میں ذکر سلاطین شنسبانیہ طبقہ ۷ اہے۔

راوی چنیں روایت کند و اللہ اعلم بالحقیقۃ کہ ایشان را شنسبانیہ خوانند بہ نسبت پدری کہ بعد از نقل فرزندانِ ضحاک در بلادِ غور بزرگ شد ونام گرفت و غالب آنست کہ او در عہد خلافت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بردست علیؑ کرم اللہ وجہہ، ایمان آورد و از وے عہدے ولوائے بستدد ہر کہ از خاندانِ اور بتخت نشستے آن عہد راکہ امیر المومنین علیؑ نوشتہ بودید و اوندے داد قبول کردے آنگاہ بادشاہ شدے و ایشاں از جملہ موالی علیؑ بودند کرم اللہ وجہہ و محبت ائمہ اہلِ بیت مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در اعتقادِ ایشاں راسخ بودے رحمہ اللہ۔

پس ثابت ہوا کہ سندھ میں اسلام حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت ظاہری میں پھیلا ہے۔ اور علم کی رسم بھی آنحضرتؐ ہی کی بدولت سندھ میں جاری ہوئی ہے۔ اور آج بھی بفضلہ پرچم پاکستان علم اسلام کی یادگار ہے۔ خداوند عالم بہ طفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ اس پرچم پاکستان کو بلند و بالا رکھے۔

(منقول از رسالہ ''البرہان'' لاہور نوروز نمبر یکم مارچ ۱۹۵۰)

بقیہ اہل قبلہ کی حرمتِ تکفیر کتاب و سُنّت کی روشنی میں

یا وہ روایات جو اظہارِ شہادتین اور اسلام کے ظواہر احکام کے اقرار کو اسلام کا معیار و ملاک قرار دیتی ہیں ۔ یہ تمام روایات صحیح ہیں ۔ علماء سلف نے انہی روایات پر عمل کیا ہے اور اپنے درمیان سنگین اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو کافر کہنے سے اجتناب کیا ہے ۔ خوارج جن کے قتل کا رسول خدا نے حکم دیا تھا، امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان سے جنگ کی ۔ صحابہ اور تابعین میں سے ائمہ دین اور ان کے بعد آنے والے فقہا ان کے قتل کو برحق سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود نہ حضرت علی علیہ السلام نے اور نہ دوسرے صحابہ نے انھیں کافر کہا ۔ خوارج سے جنگ درحقیقت ظلم و بغاوت کو کچلنے کے لیے تھی نہ کہ ان کے کافر ہونے کی وجہ سے ۔ اسی لیے صحابہ نے ان سے جنگ کے بعد وہ احکام جاری نہیں کیے جو کفار کے ساتھ جنگ کی صورت میں جاری کیے جاتے ہیں ۔

بقیہ حدیث اُمّ ایمن و زیارتِ امام حسین علیہ السلام

وقت آخر آپہنچا اور آپ کی پیشانی پر موت کے آثار ظاہر ہوئے تو میں نے بابا سے عرض کیا: باباجان مجھے ام ایمن نے اس طرح بیان فرمایا ہے ۔ اور میں چاہتی ہوں کہ یہ باتیں آپ کی زبانی بھی سن لوں ۔ آپ نے فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! بات اسی طرح ہے جو ام ایمن نے بیان فرمائی ہے ۔

اور مزید برآں یہ کہ گویا کہ میں اپنے علم امامت کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں کہ اسی شہر کوفہ میں انھیں انتہائی توہین آمیز طریقے کے ساتھ قیدی بنا کر لایا گیا ہے ۔ آپ سب اس طرح گھبرائے ہوئے ہیں جیسا کہ عوام کا ہجوم تمھیں اچک لے گا ۔

بیٹی بیت اچھے اسلوب صبر کو اپنا پیشہ بنانا ۔ مجھے کائنات کی تمام چیزوں کو خلق کرنے والے خدا کی قسم ان دنوں اس روئے زمین پر آپ کے اور آپ کے کاروان کے علاوہ کوئی بھی خدا کا پسندیدہ نہ ہوگا اور آپ کا کاروان ہی اولیاء خدا کا قافلہ ہوگا اور تمھارے محبین کی خدا کی نگاہ میں قدر و منزلت ہوگی ۔ یاد رکھو تمھاری دشمنی والے دل کو کوئی نیکی فائدہ نہیں دے گی اور تمھارے محبین کے گناہ بخش دیے جائیں گے مگر انھیں چاہیے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کریں ۔

بحوالہ بحارالانوار جلد ۱۰ چاپ کمپانی صفحہ ۲۳۸، معالی السبطین جلد ۱ صفحہ ۸۳

محنت میں عظمت

امام محمد باقر علیہ السلام کا ایک واقعہ

(ماخوذ از داستانہائے بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲)

محمد بن منکدر کا شمار اہلِ سنت کے معروف دانشمندوں سے ہوتا ہے۔ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن جو کہ سخت گرمی کا دن تھا، میں مدینہ منورہ سے باہر نکلا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے دو غلاموں کے ہمراہ اپنے کھیتوں میں شدید گرمی میں مشغولِ کار ہیں اور آپؑ کے بدن مبارک پر پسینہ جاری ہے...... میں نے اپنے آپ میں کہا: قریش کے اس بزرگ شخص کو دیکھو، اس قدر شدید گرمی میں دنیاوی مال کی طلب میں مصروفِ عمل ہے...... میں نے اپنے آپ میں یہ حتمی فیصلہ کیا کہ آگے جا کر ان سے ملتا ہوں اور انھیں وعظ و نصیحت کرتا ہوں کہ یہ کام آپؑ کی شان سے بعید ہے۔

نزدیک جا کر ان کو سلام کیا اور کہا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ آپ جیسا صاحب عظمت شخص اس قدر شدید گرمی میں اس طرح دنیا طلبی میں مصروف ہو، اور اپنے آپ کا خیال بھی نہ کرے؟۔ اگر اس حالت میں اسی وقت آپ کو موت آجائے تو کیا کرو گے؟

آپؑ نے اپنے غلاموں کو ایک طرف کیا اور خود اس کے درمیان سے ہٹ کر سامنے تشریف لائے اور فرمایا:

"بخدا قسم! اگر مجھے اس حالت میں موت آجائے تو میں نے اطاعتِ خداوندی میں جان دی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ عبادت صرف نماز، روزہ، دعا و ذکر کا نام ہے۔ یاد رکھو اپنی زندگی کی بقاء کے اخراجات مہیا کرنا حلال طریقہ سے روزی کمانا بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ کام کروں اور کام کرنے کے ذریعہ اپنے آپ کو آپ سے اور آپ جیسے دوسرے لوگوں سے بے نیاز کروں۔ ہاں مجھے اس وقت موت کی حالت کی فکر ہونا چاہیے جب میں گناہ کی حالت میں ہوں، یا اپنے رب کی نافرمانی میں مشغول ہو جاؤں اور اس حالت میں میری موت واقع ہو۔ خداوند متعال نے ہم پر لازم قرار دیا ہے اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کے لیے بوجھ نہ بنیں۔ اگر کام نہیں کریں گے تو تیرے اور تجھ جیسوں کے سامنے دست سوال دراز کریں گے (جو کہ اچھی بات نہیں ہے)

محمد بن منکدر نے جب آپ سے معاشی امور میں کار و کوشش کا اسلامی فلسفہ سنا تو دم بخود رہ گیا اور عرض کرنے لگا: اے محمد باقرؑ خداوند متعال آپ پر نظر رحمت فرمائے میں تو آپ کو نصیحت کرنے کے خیال سے آیا تھا، لیکن آپؑ نے مجھے نصیحت کر دی ہے۔

Registered No. (G) H.C/722

اندرون و بیرونِ ملک اہل ایمان سے اپیل

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

جامع مسجد کی تعمیر نو ہو رہی ہے

لہٰذا مومنین مسجد کی تعمیر میں حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں

تمام رقوم درجِ ذیل اکاؤنٹ نمبر میں بھجوائیں

08940007113901

حبیب بینک گل والا چوک سرگودھا

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا